جماعتِ احمدیّہ کی مِلّی خِدمات

مولانا دوست محمد شاہد
مؤرّخِ احمدیّت

جماعتِ احمدیّہ کی ملّی خدمات

مولانا دوست محمد شاہد
مؤرّخِ احمدیّت

ہدیہ بخدمت برادرم محترم

مبشر احمد صاحب [illegible]

آف سرگودھا

حال ربوہ

طالب دعا

دوست محمد شاہد

الناشر
احمد اکیڈمی۔ ربوہ

باجازت نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف۔ ربوہ

نام کتاب :- جماعتِ احمدیہ کی ملّی خدمات
مصنّف :- مولٰنا دوست محمد شاہد
ناشر :- جمال الدین انجم
مطبع :- محمد محسن، لاہور آرٹ پریس لاہور
قیمت :- ۱۶ روپے
تاریخ اشاعت :- ستمبر ۱۹۸۰ء
کتابت :- نورالدین خوشنویس ربوہ

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَ النَّاصِرُ

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ ؕ (آل عمران : ۱۱۱)

"جماعتِ احمدیہ کی ملّی خدمات" یہ ہے وہ موضوع جس پر یہ عاجز آج خدا کی دی ہوئی توفیق سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

ایک حدیثِ مبارک

معزز سامعین! محبوبِ کبریا سیّد الانبیاء رحمۃٌ للعلمین خاتم النبیّین سیّدنا و مولنا حضرت محمّدِ مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک ہے :-

"اِنَّ لِلّٰہِ عِنْدَ اَقْوَامٍ نِعَمًا اَقَرَّھَا عِنْدَھُمْ مَا کَانُوْا فِیْ حَوَائِجِ الْمُسْلِمِیْنَ مَا لَمْ یَمَلُّوْھُمْ، فَاِذَا مَلُّوْھُمْ نَقَلَھَا اِلٰی غَیْرِھِمْ۔ رواہ الطبرانی"

("الترغیب والترھیب" الجزء الرابع ص۱۶۹ مصری)

یعنی اللہ تعالیٰ کی کچھ نعمتیں قوموں کے پاس ایسی ہیں جنہیں وہ اُن کے ہاں اُس وقت تک باقی رکھتا ہے جب تک کہ وہ مسلمانوں کی ضروریات میں اُن کے کام آتی رہیں اور اُن سے اُکتائیں نہیں۔ پھر جب وہ اُن سے اُکتا جاتے ہیں تو وہ اُن نعمتوں کو اُن سے لے کر اَوروں کو دے دیتا ہے۔

احمدیّت کا بُنیادی مقصد۔ خدمت

اِس ارشادِ نبویؐ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ہمارے سیّد و مولیٰ حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبردست خواہش تھی کہ آپؐ کی پیاری اُمّت کو ہمیشہ ایسے بے نفس خادم میسّر آتے رہیں جو اپنے بھائیوں کی ہمدردی

اور بھلائی میں پوری عمر نہایت عجز و انکسار سے سرگرم عمل رہیں۔ اور در اصل سیّد الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دلی کرب و اضطراب ہی تھا جس نے ایک ظلماتی زمانہ میں جبکہ زوالِ اُمّت اپنی انتہاء تک پہنچ گیا تھا، عرشِ الٰہی کو ہلا کر رکھ دیا اور خدا تعالیٰ نے اُس جلیل الشان نبیؐ کے ایک فرزندِ جلیل یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر اپنی تجلّی خاص فرمائی اور خدا کے حکم سے ۲۳ر مارچ ۱۸۸۹ء کو جماعت احمدیّہ کا قیام عمل میں آیا جس کا بنیادی نصب العین اور مقصدِ حیات ہی مسلمانانِ عالم کی خدمت ہے جیسا کہ آپؑ نے ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء کے اشتہار میں واضح فرمایا کہ :۔

"یہ سلسلۂ بیعت محض بمُراد فراہمی طائفۂ مُتّقین یعنی تقویٰ شعار لوگوں کی جماعت کے جمع کرنے کے لیئے ہے تا ایسے متّقیوں کا ایک بھاری گروہ دُنیا پر اپنا نیک اثر ڈالے اور اُن کا اتّفاق اسلام کے لیئے

بَرَکت وعظمت و نتائجِ خیر کا موجب ہو
اور وہ ببرکتِ کلمۂ واحدہ پر متفق ہونے
کے اسلام کی پاک و مقدّس خدمات میں
جلد کام آسکیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ایسے قوم
کے ہمدرد ہوں کہ غریبوں کی پناہ ہوجائیں،
یتیموں کے لیئے بطور باپوں کے بن جائیں
اور اسلامی کاموں کے انجام دینے کیلئے
عاشقِ زار کی طرح فدا ہونے کو تیار ہوں
اور تمام تر کوشش اِس بات کے لیئے
کریں کہ اُن کی عام برکات دُنیا میں پھیلیں
اور محبّتِ الٰہی اور ہمدردیِ بندگانِ خدا

کا پاک چشمہ ہر یک دِل سے نکل کر اور
ایک جگہ اکٹھا ہو کر ایک دریا کی صورت
میں بہتا ہوا نظر آوے۔"

(اشتہار ۴ر مارچ ۱۸۸۹ء صہ۳)

صحابیٔ رسولِ عربی حضرت جریر بن عبداللہؓ فرماتے
ہیں کہ مَیں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ بیعتِ
اسلام کرنا چاہتا ہوں۔ حضورؐ نے منجملہ اَور باتوں کے ہر مسلمان
کی خیر خواہی کو بھی شرطِ اسلام قرار دیا۔ (صحاح ستّہ)

حضرت بانیٔ احمدیّت نے اِسی اُسوۂ محمدیؐ کے مطابق
بیعت کرنے والوں کے لئے جو دس ربّانی شرائط مقرر فرمائیں
اُن میں سے چوتھی شرط اِن الفاظ میں تھی کہ:۔

"عام خلق اللہ کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً
اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز
تکلیف نہیں دے گا۔ نہ زبان سے نہ ہاتھ

سے نہ کسی اَور طرح سے۔"
اور آٹھویں شرط یہ تھی کہ:۔

"دِین اور دِین کی عزّت اور ہمدردیٔ
اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی
عزّت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر یک عزیز
سے زیادہ عزیز تر سمجھے گا۔"
("اشتہار تکمیلِ تبلیغ") "

دعوئ ماموریّت کی حقیقی غرض

جہاں تک اپنے دعوئ ماموریت کا تعلق تھا حضرت بانیٔ
جماعتِ احمدیّہ نے اِس کی غرض وغایت ہی یہ بتلائی کہ ؎

"مَرا مقصود و مطلوب و تمنّا خدمتِ خلق است
ہمیں کارم ہمیں بارم ہمیں رسمم ہمیں راہم
نمے باید مَرا یک ذرّہ عزّت ہائے ایں دُنیا
مِنہ از بہرِ ما کرسی کہ ماموریم خدمت را"

یعنی میرا مقصود و مطلوب اور میری خواہش خدمتِ خلق ہے۔ یہی میرا کام، یہی میری ذمہ داری یہی میرا فریضہ اور یہی میرا طریقہ ہے۔ مجھے اپنے لئے ذرّہ بھر دُنیا کی عزّت درکار نہیں۔ ہمارے لئے کُرسی نہ بچھاؤ کہ ہم تو خدمت پر مامُور ہیں۔

پانچ اقسام کی خدماتِ اسلامیہ

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السّلام کا عہدِ مبارک اسلام اور مسلمانوں کی عظیم الشان خدمات سے اُسی طرح لبریز ہے جس طرح سمندر قطرات سے پُر ہوتا ہے۔ آپ نے مِلّتِ اسلامیہ کی جو بے شمار خدمات انجام دیں وہ ایک سرسری مطالعہ سے اُصُولاً پانچ حصّوں میں تقسیم کی جاسکتی ہیں :-

۱- روحانی خدمات، ۲- تبلیغی خدمات، ۳- علمی خدمات ۴- آئینی و قانونی خدمات، ۵- قومی، سماجی اور سیاسی خدمات۔

رُوحانی خدمات

رُوحانی خدمات سے مُراد وہ عاجزانہ دُعائیں ہیں جو

قرنِ اوّل ہی سے مسلمانوں کی حقیقی فتح اور ترقّی کا فیصلہ کُن اور آخری حربہ ثابت ہوئی ہیں۔ چنانچہ تاریخِ اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے خلفاء اور دیگر مشاہیرِ اُمّت مثلاً مجاہدِ ایران حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ، غازیٔ قرطبہ حضرت مغیثؒ، فاتحِ سندھ حضرت محمد بن قاسمؒ اور مغل بادشاہ ظہیرالدین بابر وغیرہ کی فتوحات کے اُن واقعات سے بھری پڑی ہے جو خالصتہً دعاؤں کے نتیجہ میں رُونما ہوئے۔ حضرت بانیٔ سلسلۂ احمدیّہ کو بھی الہاماً خبر دی گئی کہ اِس آخری زمانہ میں مسلمانوں کو دُعا ہی کے ذریعہ غلبہ اور تسلط عطا ہو گا اسی لئے آپؑ نے دُعاؤں کو انتہاء تک پہنچا دیا اور اپنی سجدہ گاہ کو عمر بھر اپنے آنسوؤں کے ساتھ تربتر رکھا جیسا کہ آپ خود ہی فرماتے ہیں ؎

اندریں وقتِ مصیبت چارۂ ما بیکساں

جز دُعائے بامداد و گریۂ اسحار نیست

اِس مصیبت کے وقت ہم غریبوں کا علاج صُبح کی دُعا اور سحری کے رونے کے سوا اَور کچھ نہیں۔

حضرت مولوی فتح الدین صاحب دھرمکوٹیؓ آپؑ کے

ابتدائی زمانہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دیکھا کہ آپؑ آدھی رات کے قریب بہت بے قراری سے تڑپ رہے ہیں۔ میں ایسا خوفزدہ ہوا کہ سخت پریشانی میں مبہوت لیٹا رہا۔ صبح عرض کی کہ کیا حضور کو کوئی تکلیف تھی؟ فرمایا "جس وقت ہمیں اسلام کی مہم یاد آتی ہے اور جو جو مصیبتیں اس وقت اسلام پر آرہی ہیں اُن کا خیال آتا ہے تو ہماری طبیعت سخت بے چین ہوجاتی ہے اور یہ اسلام ہی کا درد ہے جو ہمیں اس طرح بے قرار کر دیتا ہے۔"

(سیرۃ المہدی حصہ سوم صفحہ ۲۹)

آپؑ کے جذباتِ غم اور نیم شبی دُعاؤں کی کیفیت آپؑ کے ان تین درد ناک اشعار سے بخوبی عیاں ہے۔ فرماتے ہیں ؎

میرے آنسو اس غمِ دلسوز سے تھمتے نہیں
دِین کا گھر ویران ہے اور دُنیا کے ہیں عالی منار

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضُعفِ دِینِ مصطفےٰ
مجھ کو کر اے میرے سُلطاں کامیاب و کامگار

اے خدا تیرے لئے ہر ذرّہ ہو میرا فدا
مجھ کو دِکھلا دے بہارِ دِیں کہ میں ہوں اشکبار

الحمد للہ ثمّ الحمد للہ جنابِ الٰہی کی طرف سے آپؑ کو بشارت دی گئی کہ آپ کی قوّت و شوکتِ اسلام کے بارے میں سب دُعائیں قبول ہوئیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی صہ ۱۵۱) جس پر آپ نے پیشگوئی فرمائی کہ:۔

"آسمان کا خدا مجھے بتلاتا ہے کہ آخر اسلام کا مذہب دِلوں کو فتح کرے گا۔" (پیغام صلح صہ ۶۳)

تبلیغی خدمات

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی وہ تبلیغی خدمات جو دشمنانِ اسلام کے خوفناک اور پے در پے حملوں کے دِفاع میں آپؑ کی طرف سے ظہور میں آئیں ایسی عظیم الشان اور بے مثال ہیں کہ اِس دَور کے وہ ممتاز مسلمان لیڈر بھی جو آپؑ سے کچھ اختلاف رکھتے تھے آپؑ کو خراجِ تحسین ادا کئے بغیر نہیں رہ سکے مثلاً آپؑ کے انتقال پر:۔

برِّصغیر پاک و ہند کے ممتاز عالِم دین مولانا ابوالکلام آزاد

نے آپ کو فتح نصیب جرنیل قرار دیتے ہوئے لکھا :۔

" مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبارِ احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اُس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ اُن کے شعارِ قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔"

(اخبار "وکیل" امرتسر مئی ۱۹۰۸ء)

دہلی کے صاحبِ طرز ادیب اور "کرزن گزٹ" کے ایڈیٹر مرزا حیرت دہلوی نے اعتراف کیا کہ :۔

" مرحوم کی وہ اعلیٰ خدمات جو اُس نے آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ میں اسلام کی کی ہیں وہ واقعی بہت ہی تعریف کی مستحق ہیں۔ اُس نے مناظرہ کا بالکل رنگ ہی بدل دیا اور ایک جدید لٹریچر کی بنیاد ہندوستان میں قائم کر دی نہ بحیثیت

ایک مسلمان ہونے کے بلکہ محقق ہونے کے ہم اِس
بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ کسی آریہ اور بڑے
سے بڑے پادری کو یہ مجال نہ تھی کہ وہ مرحوم کے
مقابلہ میں زبان کھول سکتا۔"

(بحوالہ "سلسلہ احمدیہ" صـ۱۸۹)

رسالہ "علیگڈھ انسٹی ٹیوٹ" نے لکھا کہ:-

"... بے شک مرحوم اسلام کا ایک بڑا پہلوان تھا"

(بحوالہ "تشحیذالاذہان" جلد ۳ نمبر ۸ ۱۹۰۸ء صـ۳۳۲)

مولانا سیّد حبیب (شمالی ہند کے مشہور مسلم صحافی اور
مدیر "سیاست") نے اپنی کتاب "تحریکِ قادیان" میں تسلیم
کیا کہ:-

" اُس وقت کہ آریا اور مسیحی مبلّغ، اسلام پر
بے پناہ حملے کر رہے تھے۔ اِکّے دُکّے جو عالِم دین
بھی کہیں موجود تھے وہ ناموسِ شریعتِ حقّہ کے
تحفّظ میں مصروف ہو گئے مگر کوئی زیادہ کامیاب نہ
ہوا اُس وقت مرزا غلام احمد صاحب میدان میں
اُترے اور اُنہوں نے مسیحی پادریوں اور آریا

اُپدیشکوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے سینہ سپر
ہونے کا تہیہ کرلیا۔ ..... مجھے یہ کہنے میں ذرا باک
نہیں کہ مرزا صاحب نے اِس فرض کو نہایت خوش
اُسلوبی سے ادا کیا اور مخالفین اسلام کے
دانت کھٹے کر دیئے۔" (صفحہ ۲۰۷ تا ۲۱۰)

حضورؑ نے ۱۸۸۵ء میں ایشیا، یورپ اور امریکہ
کے تمام بڑے بڑے مذہبی لیڈروں، فرمانرواؤں، مہاراجوں،
عالموں، مدبّروں، مصنّفوں اور نوّابوں کو اُردو و انگریزی
اشتہار کے ذریعہ دعوتِ اسلام دی جس کا ذکر چاچڑاں
شریف کے مشہور سجادہ نشین حضرت خواجہ غلام فرید صاحب
نے کئی بار انتہائی تعریفی الفاظ میں کیا۔ ایک بار فرمایا :۔

"ہمہ اوقات مرزا صاحب بعبادتِ خدا عزّو
جلّ میگزراند یا نماز میخواند یا تلاوتِ قرآن شریف
میکند یا دیگر شغل اشغال میتماید و برحمایتِ
اسلام و دینِ چناں کمرِ ہمّت بستہ کہ ملکۂ زمان
لندن را نیز دعوتِ دینِ محمدیؐ کردہ است و
بادشاہِ روس و فرانس وغیرہما را ہم دعوتِ

اسلام نمودہ است و ہمہ سعی و کوشش او
در اینست کہ عقیدۂ تثلیث و صلیب را کہ
سراسر کفر است بگذارند"

("اشارات فریدی" حصہ سوم، ایڈیشن اوّل صفحہ ۶۹-۷۰)

(ترجمہ) حضرت مرزا صاحب تمام اوقات خدائے عزّوجلّ
کی عبادت میں گزارتے ہیں یا نماز پڑھتے ہیں یا
قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں یا دوسرے
ایسے ہی دینی کاموں میں مشغول رہتے ہیں اور
دین اسلام کی حمایت پر اس طرح کمر ہمّت باندھی
ہے کہ ملکۂ زمان لنڈن کو بھی دین محمدیؐ قبول
کرنے کی دعوت دی ہے اور روس اور فرانس
وغیرہ کے بادشاہوں کو بھی اسلام کا پیغام بھیجا
ہے اور اُن کی تمام تر سعی اور کوشش اس بات
میں ہے کہ وہ لوگ عقیدۂ تثلیث و صلیب کو جو کہ
سراسر کفر ہے چھوڑ دیں اور اللہ تعالیٰ کی توحید
اختیار کر لیں۔

حضرت بانیٔ احمدیت کی اس دعوتِ اسلام کی بازگشت امریکہ

میں سُنائی دی جہاں ایک گرجا کے لاٹ پادری اور روزنامہ ڈیلی گزٹ کے ایڈیٹر مسٹر الیگزنڈر رسل وِب آپ سے خط وکتابت کے بعد عیسائیت چھوڑ کر مسلمان ہوگئے اور اِس طرح آپ کے ذریعہ مُسلم امریکہ کی بنیادی اینٹ رکھی گئی۔ مونگھیر کے مشہور مُسلم مشنری مولانا حسن علی صاحب نے اپنی کتاب "تائیدِ حق" میں اِس اہم واقعہ کی تفصیل پر روشنی ڈالی نیز بتایا کہ ضلع حیدرآباد سندھ تحصیل ہالہ میں حضرت سیّد پیر اشہدالدّین جھنڈے والے ایک صاحبِ کرامات بزرگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِطّلاع دی گئی کہ انگلستان اور امریکہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے رُوحانی تصرّفات کی وجہ سے اشاعتِ اسلام ہو رہی ہے۔ (ص ۸۷-۸۹)

عِلمی خدمات

جہاں تک حضور کی عِلمی خدمات کا تعلّق ہے اُن کا دامن بھی بہت وسیع ہے۔ حضور نے اپنے انقلاب انگیز لٹریچر میں اسلامی علوم کے ہر شعبہ مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ، کلام، اخلاق، تاریخ، تمدّن، معاشیات، لُغت،

علم التعبیر، سائنس، فلسفہ، طبقات الارض پر اصولی روشنی ڈالی ہے۔ اس ضمن میں ایک بہت ایمان افروز پہلو یہ ہے کہ آپ نے خدا تعالیٰ کے الہام، القاء یا آسمانی بصیرت سے جو صحیح اسلامی نظریات پیش فرمائے وہ رفتہ رفتہ دنیائے اسلام کے بلند پایہ علمی حلقوں میں سندِ قبولیت حاصل کر رہے ہیں اور نامور علماء، فضلاء اور اُدباء کی تحریروں میں اُن نظریات کی نمایاں جھلک صاف دکھلائی دیتی ہے۔

آپ ہی عہدِ حاضر کے وہ مجاہدِ اعظم تھے جنہوں نے عقیدہ "نسخ فی القرآن" کے خلاف مؤثر جہاد فرمایا جس کے شاندار اثرات دُنیائے اسلام پر نمایاں ہو رہے ہیں۔ اور بالخصوص مصر اور پاکستان سے یہ آواز بلند ہو رہی ہے کہ قرآن مجید کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں ہے۔ چنانچہ جامعہ قاہرہ مصر کے نامور عالم عبدالمتعال محمد الجبری نے "اَلنَّسْخُ فِی الشَّرِیْعَةِ الْاِسْلَامِیَّةِ کَمَا اَفْهَمُهٗ" کے نام سے اور پاکستان کے ممتاز مؤلف جناب رحمت اللہ صاحب طارق نے "تفسیر منسوخ القرآن" کے نام سے نسخ کے ردّ میں مستقل اور مبسوط کتابیں شائع کی ہیں۔ مقدّم الذکر

کتاب قاہرہ سے ۱۹۶۱ء میں اور مؤخر الذکر ملتان سے شائع ہوئی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:۔

" اسلام اس وقت موسیٰ کا طور ہے جہاں خدا بول رہا ہے۔" (ضمیمہ انجام آتھم صـ ۶۲)

نیز فرمایا ؎

وہ خدا اب بھی بناتا ہے جسے چاہے کلیم
اب بھی اُس سے بولتا ہے جس سے وہ کرتا ہے پیار

علامہ اقبال کا یہ شعر آپ کے اسی خیال کی عکاسی کرتا ہے کہ ؎

مثلِ کلیم ہو اگر معرکہ آزما کوئی
اب بھی درختِ طور سے آتی ہے بانگِ لَاتَخَفْ

(بالِ جبریل)

آپؑ نے عالمِ اسلام کو اِس حقیقت سے مطلع فرمایا کہ قرآن مجید اور احادیث میں آخری زمانہ کے انقلاباتِ اُمم اور ایجادات کا ذکر ہے۔ اس نظریہ کی تائید میں ایک مصری عالم احمد بن محمد بن الصدیق الغماری الحسنی کی کتاب

"مُطَابَقَةُ الْاِخْتِرَاعَاتِ الْعَصْرِیَّۃِ لِمَا اَخْبَرَ بِہٖ سَیِّدُ الْبَرِیَّہ" چھپ چکی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانانِ عالم کو یاجوج و ماجوج اور دجّال کے فتنوں کی خبر دی تھی۔ آپ کے اِس فرزندِ جلیل نے انکشاف کیا کہ **یاجوج و ماجوج سے مراد انگریز، رُوس اور امریکہ کی سیاسی طاقتیں ہیں۔** علّامہ ڈاکٹر سر محمدؐ اقبال صاحب نے اِس انکشاف کو بھی حد درجہ اہمیت دی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

کھُل گئے یاجوج اور ماجوج کے لشکر تمام
چشمِ مُسلم دیکھ لے تفسیرِ حرفِ "یَنسِلُوْن"

علّامہ موصوف کے علاوہ حیدرآباد دکّن کے ایک مشہور محقّق و فاضل ابُوالجمال احمد مکرم صاحب عباسی چریا کوٹی رُکنِ مجلس اشاعت العلوم بھی کافی تحقیق کے بعد اِسی نتیجہ پر پہنچے۔ ایک عرصہ ہُوا کہ وہ اپنی تحقیق اپنی ضخیم تالیف "حکمتِ بالغہ" میں مفصّل طور پر شائع کر چکے ہیں۔ اِسی طرح حال ہی میں لندن میں مقیم ایک محقّق و مصنّف علی اکبر صاحب کی کتاب "اسرائیل" مکتبۂ شاہکار لاہور کی طرف سے منظرِ عام پر آ چکی ہے جس میں

اسی نقطۂ نگاہ پر مہرِ تصدیق ثبت کی گئی ہے۔

ماسکو ریڈیو نے ۲۶ر جنوری ۱۹۵۹ء کو اعلان کیا کہ رُوس کے مصنوعی سیّارے اور راکٹ خدا سے ملاقات کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ رُوسی راکٹوں کو کسی ایسی اعلیٰ وارفع ہستی کا پتہ نہیں چلا ہے جسے مذہبی لوگ خدا کہتے ہیں اور اُسی کی عبادت کرتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد صاحب دریاآبادی نے "یاجوجیوں کا نعرہ" کے زیرِ عنوان اِس خبر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا:۔

"خدا کی تلاش راکٹوں اور میزائلوں کے ذریعہ سے کرنے کی کسی کو آج تک کیوں سوجھی ہوگی۔ دُنیا میں آج تک بے شمار پیر اور پیمبر رِشی اور مُنی گزر چکے ہیں ...... اِدھر ذہن اُن بے شمار راہنماؤں میں سے کسی کا بھی نہ گیا کہ معبودِ حقیقی و خالق کائنات کی جستجو آتش بازیوں اور آتش باریوں سے کی جائے۔ یہ جدّت تو شروع سے دجّال اور یاجوج و ماجوج کے لئے مخصوص چلی آرہی تھی کہ اِسی آسمان کی طرف ہوائی جہاز چھوڑیں گے یا تیر

چلائیں گے (راکٹ اور میزائل کے صحیح ترجمے یہی ہو سکتے ہیں) اور پھر فتحمندی کے نعرے لگائیں گے کہ ہم نے نعوذ باللہ خدا کا خاتمہ کر دیا ہے۔ حدیث کا قربِ قیامت والا لٹریچر...... اسی قسم کی پیش خبریوں سے بھرا پڑا ہے۔"

(ہفت روزہ "صدق جدید" لکھنؤ۔ ۱۲ فروری ۱۹۵۹ء صد۳)

آپؑ کے ہمعصر بعض دینی راہ نماؤں کے نزدیک علومِ جدیدہ اور انگریزی کی تعلیم جائز نہ تھی بلکہ اُن میں سے بعض کی تو یہ رائے تھی کہ انگریزی حکومت کی یونیورسٹیوں میں مولوی فاضل کا امتحان دینا بھی کافرانہ نظام کا معاون بلکہ اُجرتی آلۂ کار بننے کے مترادف ہے۔ ("ملفوظات حضرت محمد الیاس" صد۱۷ از محمد منظور نعمانی، ناشر کتب خانہ حقّانیہ کراچی)

لیکن حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ:-

"دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علومِ جدیدہ حاصل کرو اور

بڑے جدّ و جہد سے حاصل کرو۔ .... مگر یاد رکھو کہ یہ کام وہی کر سکتا ہے یعنی دینی خدمت وہی بجا لا سکتا ہے جو آسمانی روشنی اپنے اندر رکھتا ہو۔" ("ملفوظات" جلد اوّل صـ۶۹)

آپؑ نے یہ حقیقت افروز خیال پیش کر کے سائنسی تحقیق کے نہایت وسیع دروازے کھول دیئے کہ مذہب خدا کا قول اور سائنس خدا کا فعل ہے جن میں کوئی تضاد نہیں۔

اس اہم نظریہ کے مقابل محمد عبدہ، مفتیٔ مصر نے فتویٰ دیا کہ قرآن اور سائنس دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ ("اسلام اور تہذیبِ حاضرہ" از محمد منیر سابق چیف جسٹس آف پاکستان صـ۲۳۳۔ پبلشرز لاء پبلشنگ کمپنی، کچہری روڈ۔ لاہور)

پروفیسر کلیمنٹ ریگ انگلستان کے ایک مشہور سیاح، ہیئت دان اور لیکچرار تھے جو مئی ۱۹۰۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؑ کی علمی گفتگو سے متأثر ہو کر کئی سال بعد بالآخر داخلِ اسلام ہوئے۔ پروفیسر مذکور نے ملاقات کے دوران اس بات پر بہت خوشی کا اظہار کیا کہ آپؑ کا مذہب اِسلام، سائنس کے مطابق ہے حضورؑ

نے فرمایا کہ خدا نے ہمیں اسی لئے بھیجا ہے تا ہم دُنیا پر ظاہر کریں کہ **مذہب** کی کوئی ثابت شدہ حقیقت سائنس کے خلاف نہیں۔ (ذکرِ حبیب صفحہ ۴۲ از حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ اور ملفوظات جلد ۱۰ صفحہ ۴۳۵)

ایک اور موقع پر آپؑ نے فرمایا:۔

"ہمارا تو مذہب یہ ہے کہ علوم طبعی جس قدر ترقی کریں گے اور عملی رنگ اختیار کریں گے قرآن کی عظمت دُنیا میں قائم ہو گی۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۵)

سائنس کی وسیع دُنیا اور کائنات کے غیر محدود رموز و اسرار پر آپؑ کا یہ شعر کتنی روشنی ڈالتا ہے کہ ؎

کیا عجب تُو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا؟

۱۸۹۴ء میں حضورؑ نے تحریک فرمائی کہ خدا تعالےٰ نے مغربی ممالک کی رُوحوں میں صداقتِ اسلام کے لئے ایک جنبش پیدا کر دی ہے جس سے فائدہ اُٹھانے کے لئے انگریزی دان اور عربی اور علمِ قرآن کے ماہر واعظوں کو بھجوایا جائے۔ اور فرمایا جو شخص انگریزی مُلکوں میں خالصًا اللہ کے لئے جائے گا وہ

برگزیدوں میں سے ہوگا اور اگر اُس کو موت آجائے گی تو وہ شہیدوں میں سے ہوگا۔" (نور الحق حصہ دوم صـ۲۵۲)

آپؑ نے یہ تحریک اُس زمانہ میں اُٹھائی جبکہ مُسلم بلاک کے پُرجوش داعی و علمبردار علامہ جمال الدین افغانی مرحوم نے فرمایا کہ "اگر ہم چاہتے ہیں یورپ کو اپنے مذہب کی دعوت دیں تو ہمارا فرض ہوگا کہ سب سے پہلے ہم اُنہیں قائل کرائیں کہ ہم مسلمان نہیں۔ (الوحی المحمدی ترجمہ صـ۵۳ از علامہ رشید رضا)

آپ نے اسلام کے نظریۂ جہاد کی جو حسین اور دلکش تصویر کھینچی اُس سے علامہ سید رشید[1] رضا مدیر "المنار"، مولانا ابو[2] الکلام آزاد، مولانا[3] شبلی نعمانی، مولانا سید سلیمان[4] ندوی، خواجہ حسن[5] نظامی صاحب دہلوی جیسے اکابر بھی بہت متاثر ہوئے جس کا واضح ثبوت اُن کی تصانیف سے ہمیں ملتا ہے۔ (الوحی[1] المحمدی" ترجمہ صـ۲۲۴ تا ۲۲۸، مسئلہ[2] خلافت صـ۱۴۷، ۱۴۸، مقالات[3] شبلی جلد اول صـ۱۷۱، سیرۃ[4] النبیؐ جلد ۵ صـ۲۰۴، رسالہ "شیخ سنوسی" صـ۱۷)

موجودہ زمانہ میں نظام اسلامی کی عالمگیر عمارت کی تعمیر صحیح اسلامی نقشہ پر موقوف تھی۔ حضرت امام الزمانؑ نے اِس بنیادی علمی ضرورت کو بھی بالقاءِ ربانی پُورا کیا۔ آپ کے پیش فرمودہ

اسلامی نقشہ کے اہم نکات یہ تھے کہ :۔

۱۔ قرآن شریف سب سے مقدّم ہے جس سے بڑھ کر کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں اور جس میں قیامت تک کی ہر قسم کی ضرورتوں کا سامان ہے۔

۲۔ قرآن شریف کے بعد سُنّت کا درجہ ہے جس سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر کا رنگ رکھتی ہے۔

۳۔ سُنّت کے بعد حدیث کا مقام ہے جو سُنّتِ رسول ؐ کی تاریخ ہے اور وصالِ نبوی ؐ کے قریباً ڈیڑھ سو سال بعد راویوں سے جمع کی گئی۔

("کشتی نوح" و "ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی")

یہ اسلامی نکات بھی دینی حلقوں کی توجّہ کا خصوصی مرکز بن رہے ہیں جس کا ایک ثبوت یہ ہے کہ پاکستان کے ایک مشہور انشا پرداز اور مصنّف جنہیں "مسیحا"، "لشکر اسلام کا سالار" بلکہ "خدا کا شاہکار" تک کہا گیا ہے (ہفت روزہ "ایشیا" لاہور ۲۵ راگست ۱۹۷۴ء صٓ) اپنی کتاب "تنقیحات" صا۱۱۹ میں تحریر کرتے ہیں کہ :۔

"ملّتِ اسلامیہ کی عمارت دراصل اِس ترتیب
پر قائم ہے کہ پہلے قرآن پھر رسُول اللہ کی سُنّت۔"

ازاں بعد اُن کا ایک بیان روزنامہ "تسنیم" لاہور ۱۷ مئی ۱۹۵۵ء صا میں شائع ہوا جس میں انہوں نے سُنّت وحدیث کی بعینہٖ وہی تشریح کی جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے بیان فرمائی تھی۔ موصوف کے الفاظ یہ تھے کہ :-

"سُنّت اُس طریقے کو کہتے ہیں جسے حضورؐ نے
خود اختیار فرمایا اور اُمّت میں اُسے جاری کیا۔۔۔۔
اس کے برعکس حدیث سے مراد روایات ہیں۔"

میرے قابلِ صد احترام بزرگو! اور بھائیو!! آپ یہ معلوم کر کے بہت حیران ہوں گے کہ مُسلم زعما حضورؐ کے اسلامی نظریات کی خوشہ چینی ہی نہیں کر رہے بلکہ آپؑ کی لاجواب اور اثر انگیز تحریرات و منظومات کو خود اپنی طرف منسوب کر کے شائع بھی کئے جا رہے ہیں اور یہ متوازی سلسلہ ایک عرصہ سے پُوری شدّ و مدّ کے ساتھ جاری ہے۔ بطور نمونہ صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں :-

ایک عرصہ ہُوا کہ مولوی جان محمّد صاحب ایم۔اے سابق

ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول فیروز پور نے ایک کتاب "اصلی عربی بول چال" شائع کی جس میں آپؑ کا وہ شہرۂ آفاق قصیدہ شائع کیا جو آپؑ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں لکھا اور "آئینہ کمالاتِ اسلام" کے صفحہ ۵۹۰ پر درج فرمایا۔ یہ وہی قصیدہ ہے جو "يَا عَيْنَ فَيْضِ اللّٰهِ وَالْعِرْفَانِ" سے شروع ہوتا ہے جس پر آپؑ کو خدا نے بشارت دی کہ جو اس قصیدہ کو حفظ کرے گا اور ہمیشہ پڑھے گا مَیں اُس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کُوٹ کُوٹ کر بھر دُوں گا۔ ("درثمین عربی مترجم ص۱)

۱۹۳۷ء میں ایک عالِم مولوی حافظ عطاء اللہ صاحب کی کتاب "اعجازِ قرآن" ہندوستانی کتب خانہ اُردو بازار جامع مسجد دہلی کی طرف سے چھپی جس کے سرورق پر بطور تعارف لکھا تھا کہ "اِس رسالہ میں بحمدہٖ تعالیٰ قادیانیت کے خیالی قلعوں کو اعجازِ قرآن کی تین اقسام سے بمباری کر کے بکلّی مسمار کر دیا گیا ہے۔" اور اِس کتاب کے آخر میں حضورؑ کی پیاری نظم

ع "جمال و حُسنِ قرآں نورِ جانِ ہر مسلماں ہے"

زیبِ قرطاس تھی۔

جنوری ۱۹۴۶ء کے رسالہ "مولوی" دہلی میں جناب مولانا

سیّد نذیر الحق صاحب کے بعض خطبات چھپے جن میں حضورؑ کی تصنیف ''براہین احمدیہ'' حصّہ چہارم کے ۱۷۷ سے لے کر ۱۸۰ تک کے صفحات کا وہ مضمون لفظاً لفظاً درج ہے جو نورِ محمدی کی رُوح پرور تفسیر پر مشتمل ہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد لاہور سے شیخ سراج الدین اینڈ سنز کی طرف سے مولوی صاحب کی کتاب ''خطبات الحنفیہ'' طبع ہوئی۔ کتاب کے تئیسویں وعظ کا آغاز بارہ ۱۲ اشعار سے ہوتا ہے جو حضورؑ کے منظوم کلام ''دُرِّ ثمین'' سے ماخوذ ہیں۔

سیالکوٹ سے فارورڈ بلاک صادقیہ اثنا عشریہ نے ایک مختصر رسالہ ''حقیقتِ حدیثِ قرطاس'' چھپوایا۔ جو ''سیّد المتکلّمین جناب ابوالبیان مولانا سیّد ظہور الحسن شاہ صاحب'' کی تالیف ہے۔ اِس رسالہ کے صفحہ ۳۔۴ اور ۷ کا متن حضورؑ کی تصنیف ''آئینہ کمالاتِ اسلام'' صـ ۵۹ اور ''براہینِ احمدیہ'' حصّہ پنجم کی اُن عبارتوں سے مزیّن ہے جن میں مسلمان کی حقیقی تعریف بیان ہوئی ہے۔

اخبار ''آزاد'' لاہور نے اپنی ۲۹ دسمبر ۱۹۵۰ء کی اشاعت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ مشہور شعر نقل کیا کہ ؎

"اگر خواہی دلیلے عاشقش باش
محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ"

پھر اقرار کیا کہ تمام انبیاء و مرسلین اور مجددین نے آنحضورؐ کی تعریف کی ہے مگر حضورؐ کی حقیقی تعریف اسی شعر میں بیان ہوئی ہے۔

اخبار "تنظیم اہلحدیث" لاہور ۳۰ جون ۱۹۶۱ء کے سرورق پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نظم
"اک نہ اک دن پیش ہوگا تُو فنا کے سامنے"
خفیف سے لفظی تصرّف کے ساتھ بڑی آب و تاب کے ساتھ شائع کی گئی البتہ اس کے آخری شعر میں "بھلا" کا لفظ "ندیم" کے تخلّص سے بدل دیا گیا۔

ماہنامہ "ضیائے حرم" لاہور نے اپریل ۱۹۷۲ء کے شمارہ میں ایک فارسی نعت سپُردِ اشاعت کی اور اس کے نیچے "تاج الدین زرّیں رقم" کا نام لکھ دیا گیا حالانکہ یہ نعت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قلم مبارک سے نکلی ہے اور ضمیمہ اخبار ریاض ہند امرتسر یکم مارچ ۱۸۸۶ء میں شائع شدہ ہے اور اس کا پہلا شعر یہ ہے کہ ؎

جان و دلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکم نثار کوچۂ آلِ محمدؐ است

مدّت ہوئی میر عثمان علی خان مرحوم نظام حیدر آباد دکن نے بھی اِس نعت کے بعض اشعار میں تصرّف کرکے اسے اپنے نام سے شائع کرا دیا تھا۔ چنانچہ ۱۹۷۵ء میں میر عثمان علی خان کا جو دیوان حیدر آباد دکن سے چھپا ہے اس کے صفحہ ۲۰۴ پر بھی یہ اشعار شاملِ دیوان ہیں۔

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ نے اپنی انعامی کتاب "مِنَنُ الرحمٰن" میں یہ نظریہ پیش کرکے دنیائے لسانیات میں تہلکہ مچا دیا کہ:-

"دُنیا میں صرف قرآن شریف ایک ایسی کتاب ہے جو اُس زبان میں نازل ہُوا ہے جو اُمّ الاَلسِنَہ اور الہامی اور تمام بولیوں کا منبع اور سرچشمہ ہے۔" (ضیاء الحق)

اِس کتاب کی اشاعت پر بیس سال بھی نہ گزرے تھے کہ رائل عرب اکیڈیمی کے ممتاز عیسائی ممبر الاستاذ آنستناس

الکرملی (۱۸۶۶ء - ۱۹۴۷ء) نے اپنی کتاب "نُشُوْءُ اللُّغَۃِ العَرَبِیَّۃِ وَ نُمُوُّھَا واکتِحَالُھَا" کے صفحہ ۱۶۲ تا ۱۶۴ میں حضورؑ کی تحقیق کے عین مطابق یہ اعترافِ حق کیا کہ :-

"اِنَّ اللُّغَۃَ الْعَرَبِیَّۃَ اُمُّ اللُّغَاتِ"

یعنی عربی زبان تمام زبانوں کی ماں ہے۔

حضورؑ نے مسلم سلاطین کو پُرزور توجّہ دلائی کہ وہ اپنے ممالک میں تُرکی یا فارسی کی بجائے عربی زبان رائج کریں چنانچہ فرمایا :-

"کَانَ مِنَ الْوَاجِبِ اَنْ یُّشَاعَ ھٰذِہِ اللِّسَان فِی الْبِلَادِ الْاِسْلَامِیَّۃِ۔ فَاِنَّہٗ لِسَانُ اللّٰہِ وَلِسَانُ رَسُوْلِہٖ وَلِسَانُ الصُّحُفِ الْمُطَھَّرَۃِ۔"

"(اَلْھُدٰی وَالتَّبْصِرَۃُ لِمَنْ یَّرٰی صلا)

یعنی واجب تھا کہ اسلامی ملکوں میں عربی زبان پھیلائی جاتی۔ اِس لئے کہ وہ زبان ہے اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور پاک نوشتوں کی۔

حضورؑ نے اپنی جماعت کے نونہالوں میں عربی کی اشاعت کے لئے

متعدّد اقدامات فرمائے۔

عربی کے علاوہ آپؑ نے اُردو زبان کے فروغ کو بھی بہت اہمیت دی۔ آپؑ کے نزدیک اِس زبان کے لئے تکمیلِ اشاعتِ دین کا بہترین ذریعہ بننا مقدّر ہے۔ آپؑ کا پیدا کردہ اکثر و بیشتر لٹریچر اُردو زبان میں ہے جس نے مستقبل میں عربی کے بعد اُردو کے بین الاقوامی زبان بننے اور شہرتِ دوام پانے کی راہیں ہموار کر دی ہیں۔ آپؑ نے اُردو میں بہت سی نئی بندشوں، جدید اصطلاحوں، نفیس و لطیف استعاروں اور نادر علمی و ادبی افکار و خیالات کا بیش بہا اضافہ کیا۔

ماہِ دسمبر ۱۹۱۳ء میں بمقام آگرہ آل انڈیا محمڈن اینگلو اورنٹیل ایجوکیشنل کانفرنس کا ستائیسواں اجلاس منعقد ہوا جس میں خواجہ غلام الثقلین نے اپنے خطبۂ صدارت میں اُن لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنہوں نے اس کے فروغ اور ترقی میں نمایاں حصّہ لیا آپؑ کو بھی اُن تاجدارانِ سخن میں شامل کیا جن کو آج اُردو زبان میں بطورِ سند پیش کیا جاتا ہے مثلاً مولانا حالی، سر سیّد، داغ، امیر اور جلال۔ (رپورٹ اجلاس مذکور ص۶ بحوالہ "چشمۂ عرفان" مطبوعہ قادیان)

آئینی و قانونی خدمات

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کی آئینی و قانونی خدمات میں سے خاص طور پر مذہبی مباحثات کی اصلاح اور تعطیلِ جمعہ کی تحریکات ہمیشہ آبِ زر سے لکھی جائیں گی۔ آپؑ نے ناموسِ مصطفےٰؐ کے دفاع کے سلسلہ میں ۲۲ ستمبر ۱۸۹۵ء کو بذریعہ اشتہار یہ تحریک اُٹھائی کہ انگریزی حکومت تعزیراتِ ہند کی دفعہ ۲۹۸ میں توسیع کر کے یہ قانون پاس کرے کہ آئندہ ہر فرقہ پابند ہوگا کہ وہ مذہبی مباحثات میں کوئی ایسا اعتراض نہ کرے گا جو خود اُس کی الہامی کتاب یا پیشوا پر وارد ہوتا ہے۔ دوسرے یہ کہ فریقِ ثانی کی صرف اُن کتابوں پر تنقید کی جا سکے گی جو اُس فریق کے نزدیک بھی مسلّم ہوں۔ اِس کے ساتھ ہی آپؑ نے مسلمانوں کی معتبر و مسلّمہ کتب کی فہرست بھی دی اور پھر دشمنانِ اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ کتابیں ہمارے دینِ اسلام کی کتابیں ہیں۔ اگر آپ لوگ اب بھی اِس نوٹس کے جاری ہونے کے بعد بھی باز نہیں آئیں گے تو یہ حرکت دلآزاری اور توہین متصوّر ہوگی اور ہم مسلمانوں کو حق ہوگا کہ عدالت میں

اس کی چارہ جوئی کریں۔ حضرت اقدسؑ کی اِس تحریک کا مسلمانانِ ہند کی طرف سے انتہائی گرم جوشی سے خیر مقدم کیا گیا اور مُلک کے نامی گرامی علماء، افسر، وُکلاء، تجّار وغیرہ ہر طبقہ کے قریباً دو ہزار مسلمانوں نے وائسرائے ہند کے نام درخواست پر دستخط کر دیئے۔" (آریہ دھرم" صفحہ ۵)

اِس موقع پر علیگڑھ تحریک کے بانی سر سیّد مرحوم کے دست راست نواب محسن الملک نے ۲ر اکتوبر ۱۸۹۵ء کو بمبئی سے حضورؑ کی خدمت میں لکھا کہ:-

"..... خدا آپ کو اجر دے کہ آپ نے ایک دلی جوش سے مسلمانوں کو اِس طرف متوجّہ کرنا چاہا ہے۔ یہ کام بھی آپ کا منجملہ اَور بہت سے کاموں کے ہے جو آپ مسلمانوں کے بلکہ اسلام کے لئے کرتے ہیں۔ ..... آپ یقین رکھیئے کہ مَیں ایسے کاموں میں جن سے اسلام پر جو حملے ہوتے ہیں وہ روکے جائیں اور مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچائی جاتی ہے اس میں تخفیف ہو دل و جان سے مدد کرنے کے لئے موجود ہوں۔" (الحکم ۷ر اگست ۱۹۳۴ء صفحہ ۹)

آپ کی دوسری آئینی تحریک تعطیلِ جُمعہ کی نسبت تھی۔ جب سے انگریز ہندوستان پر قابض ہوئے تھے ملک میں اتوار کی تعطیل جاری تھی اور مسلمان جُمعہ کے مقدّس دن کی برکات سے بہت حد تک محروم تھے۔ حضورؑ نے یکم جنوری ۱۸۹۶ء کو مسلمانانِ ہند کی طرف سے وائسرائے ہند کے نام ایک اور اشتہار شائع کیا جس میں اسلامی نقطۂ نگاہ سے جُمعہ کی اہمیّت واضح کر کے درخواست کی کہ وہ مسلمانوں کے لئے جُمعہ کی تعطیل قرار دیں۔ ("تبلیغِ رسالت" جلد ۵ صے تا ۱۰)

یہ تحریک حضورؑ کے بعد حاجی الحرمین حضرت مولانا حکیم نورالدّین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ کے عہدِ مبارک میں آپ کی جدّوجہد اور توجّہ سے ایک حد تک کامیابی سے ہمکنار ہوئی۔ جس پر اُس دَور کے مُسلم اخبارات نے نہایت درجہ تعریفی الفاظ میں نوٹ لکھے۔ ("الحکم" ۷-۱۴ راگست ۱۹۱۱ء صہ کالم ۲-۳)

قومی، سماجی اور سیاسی خدمات

اب مَیں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کی بعض عظیم الشّان قومی، سماجی اور سیاسی خدمات کا خلاصۃً ذکر کروں گا:۔

۱۔ آپؑ نے مسلمانوں کو مغربی تہذیب اور مغربی فلسفہ کے اثرات سے بچانے کی ہر ممکن جِدّ و جہد فرمائی، اس کے ہولناک نتائج بے نقاب کئے اور مغرب کو امام بنانے اور یورپ کی تقلید پر فخر کرنے پر کڑی تنقید کی۔ ("ملفوظات" جلد اوّل صفحہ ۴۰۸) اور خدا سے علم پا کر پیشگوئی فرمائی کہ :۔

"اسلام نہ صرف فلسفۂ جدیدہ کے حملہ سے اپنے تئیں بچائے گا بلکہ حال کے علومِ مخالفہ کی جہالتیں ثابت کر دے گا۔ اسلام کی سلطنت کو اُن چڑھائیوں سے کچھ بھی اندیشہ نہیں ہے جو فلسفہ اور طبعی کی طرف سے ہو رہی ہیں۔ اُس کے اقبال کے دن نزدیک ہیں۔ اور مَیں دیکھتا ہوں کہ آسمان پر اس کی فتح کے نشان نمودار ہیں۔"

حضرت بانیٔ احمدیتؑ کی یہ پُر شوکت اور باطل شکن پیشگوئی اُس زمانہ میں شائع ہوئی جبکہ پادری عماد الدّین اور دوسرے سرکاری حلقے آپؑ پر کُھلم کُھلا بغاوت کا الزام لگا رہے تھے۔ انگریزی پولیس آپؑ کی نقل و حرکت پر کڑی نگرانی رکھے

ہوئے تھی اور قادیان کو برطانوی حکومت کے خلاف سرگرمیوں کے ایک مرکز کی حیثیت سے بہت مشکوک نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ جیسا کہ اُس دَور کے نیم سرکاری انگریزی اخبار "سول اینڈ ملٹری گزٹ" (۲۴/اکتوبر ۱۸۹۴ء ص۳ کالم ۳) نے ایک خطرناک مذہبی جنونی (A DANGEROUS FANATIC) کے عنوان سے لکھا:-

"There is a well-known fanatic in the Punjab. He is now, we believe, in the Gurdaspur district, who calls himself Musalman and also the Messiah... A fanatical vision of this sort is doubtless under the surveilance of the Police. Whenever he preaches abroad serious disturbances of the peace are imminent, for he has a numerous following who are only less fanatical than himself... He has undoubted literary ability and his writings are voluminous and learned ; all the elements present for forming a dangerous rallying point. Of course among the Orthodox he is anathema morantha...There is a subdued ferocity in his utterances that marks him out as dangerous possible crescentader... The Maulvi of Qadian has been under our observation for several years, and we can endorse the

above from our own knowledge of the man and his works. He is gaining strength and it may probably become our duty in the near future to treat him at more length."

(The Civil & Military Gazette,
Lahore, October 24, 1894).

(ترجمہ) پنجاب میں ایک مشہور مذہبی دیوانہ ہے ہمارا خیال ہے اب وہ ضلع گورداسپور میں ہے۔ وہ اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اور مسیح بھی...اس قسم کا وہمی اور مذہبی جنونی بلا شک پولیس کی نگرانی میں ہے جب کبھی وہ باہر تبلیغ کرتا ہے امن عامہ میں بڑے فسادات کا فوری خطرہ ہوتا ہے کیونکہ اُس کے ماننے والے بے شمار ہیں.... اُس کی اَدبی قابلیت مُسلّمہ ہے اور اُس کی تصنیفات بہت اور رنا لمانہ ہیں۔ اس میں وہ تمام عناصر موجود ہیں جن کی ترکیب سے ایک خطرناک مرکز بنا کرتا ہے۔ ..... اُس کی باتوں میں ایک دبی ہوئی دہشت ہے جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امکانی طور پر وہ ایک خطرناک ہلالی ہے......

"... قادیان کا مولوی سالہا سال ہمارے زیرِ نظر رہا ہے اور ہم اپنی ذاتی معلومات کی بناء پر جو ہمیں اُس کی ذات اور اُس کے کام کے متعلق حاصل ہیں مندرجہ بالا رائے کی پوری طرح تائید کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ طاقت پکڑ رہا ہے اور غالباً مستقبل قریب میں ہم پر یہ فرض عائد ہو جائے گا کہ ہم اس کی طرف زیادہ تفصیل سے توجہ دیں۔"

(بحوالہ کتاب "بانیٔ سلسلہ احمدیہ اور انگریز" از مولٰنا عبدالرحیم صاحب درد صـــ ۴۲ تا ۴۷)

مخالفت کے اِس خوفناک محاذ کے باوجود حضرت اقدسؑ نے مغربیّت کے خلاف جہاد کا مشن پُوری قوت سے جاری رکھا۔

۲۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کا الہامی مشن یہ تھا کہ:۔

"سب مسلمانوں کو جو رُوئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَّاحِدٍ۔"

(بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۵ء صـــ ۲)

اِس فرمانِ ربّانی کے مطابق آپؑ نے اُمّت کو غیر مُسلم فتنوں کے مقابل ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی دعوت دی اور اپنے ہمعصر مُسلم زعماء کو اللہ کے نام پر صلح کی طرف بُلایا، اُن کی خدمت میں سات سالہ مصالحت کے لئے درخواست کی اور فرمایا اگر اِس عرصہ میں "میری طرف سے خدا تعالیٰ کی تائید سے اسلام کی خدمت میں نمایاں اثر ظاہر نہ ہوں اور... خدا تعالیٰ میرے ہاتھ سے وہ نشان ظاہر نہ کرے جن سے اسلام کا بول بالا ہو... تو مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں اپنے تئیں کاذب خیال کر لُوں گا۔" (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۳۱-۳۵)

اتحاد بین المسلمین کی اِس مبارک تحریک نے سعید الفطرت مسلمانوں کے قلوب پر بہت نیک اثر ڈالا اور وہ غیر مُسلموں کو مسلمان بنانے کی مہم میں شامل ہونے کے لئے کشاں کشاں آپ کی طرف آنے لگے۔

۳۔ بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کے زمانہ میں مسلمانوں کی قابلِ ذکر حکومت صرف ترُکی تھی۔ آپؑ کے سامنے کوئی ایسی جنگ نہیں ہوئی جس میں ترُکی اور یورپ کی بڑی طاقتوں کو آپس میں لڑنا پڑا ہو سوائے اُس جنگ کے جو سلطان عبدالحمید ثانی

کے عہدِ حکومت میں ۹۷-۱۸۹۶ء کے دَوران یونان کے ساتھ ہوئی تھی اور آپؑ نے اِس معاملہ میں ٹرکی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار فرمایا۔ ("اسلامی نظریہ" صفحہ ۱۷ از حضرت مُصلح موعودؓ)
آپؑ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ سلطان عبد الحمید کی یہ بات مجھے بہت پیاری لگتی ہے کہ انہوں نے جنگ کے دَوران جرنیلوں سے مشورہ کے دَوران کہا کہ "کوئی خانہ تو خدا کے لئے بھی خالی رہنے دو۔" ("الفضل" ۱۸ اکتوبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۵)۔ آپؑ کا دِل خون ہوگیا جب آپؑ کو جنابِ الٰہی کی طرف سے یہ اِلقا ہُوا کہ سلطان کے بعض ارکان سلطنت کے خیرخواہ نہیں بلکہ اپنی طرح طرح کی خیانتوں سے اس اسلامی سلطنت کو جو حرمین شریفین کی محافظ اور مسلمانوں کے لئے مغتنمات میں سے ہے کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ (مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)

۴۔ جماعت احمدیہ کی بُنیاد سے قریباً چالیس سال قبل پُورے ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہو چکی تھی اور مسلمانوں نے اپنے پرسنل لاء پر عمل کرنے کی آزادی کے ساتھ یہاں رہنا قبول کرلیا تھا اِسی لئے خلیفۃ المسلمین ترکی نے ۱۸۵۷ء میں یعنی جماعتِ احمدیہ کے قیام سے بتیس ۳۲ سال پہلے فتویٰ دیا کہ

مسلمانانِ ہند کو انگریزی حکومت سے لڑنا نہیں چاہیئے ۔ نیز سلطان المعظّم نے انگریزی افواج کو مصر سے گزر کر ہندوستان پہنچنے کی اجازت بھی عطا فرمائی تا ہنگامہ فرو کیا جا سکے۔ ("تاریخ اقوامِ عالم" صد ۶۳۹ از مرتضیٰ احمد خاں، "ترکوں کے ارمنوں پر فرضی مظالم" صد ۲۳ ناشر مجلسِ خلافت)

اُسی زمانہ میں مکّہ کے حنفی، شافعی اور مالکی مکتبۂ فکر کے مفتیانِ عُظّام نے متّفقہ طور پر ہندوستان کے دار الاسلام ہونے کا اعلان کیا۔ ("سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری" صد ۱۳۱ از جناب شورش کاشمیری)

بالکل یہی موقف برطانوی ہند کے مشہور علماء مثلاً حضرت مولانا عبد الحی صاحبؒ حنفی لکھنوی اور مولانا احمد رضا خاں حنفی نے اختیار فرمایا ("مجموعہ فتاویٰ" مولوی عبد الحی لکھنوی جلد ۲ صد ۲۳۵ و "نصرت الابرار" صد ۲۹ مطبوعہ صحافی پریس لاہور ایجسن گنج ۱۲۹۸ھ)

۱۸۷۱ء میں مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی شیخ الکُل نے اپنے مفصّل فتویٰ میں لکھا کہ :-

"اِس زمانہ میں جہاد کی "شرطوں میں سے کوئی شرط بھی موجود نہیں ہے تو کیونکر جہاد ہو گا۔ ہرگز نہیں ہو گا۔ علاوہ بریں ہم لوگ مُعَاھِد ہیں۔ سرکار

سے عہد کیا ہے پھر کیونکر عہد کے خلاف کر سکتے ہیں۔" (فتاویٰ نذیریہ" جلد سوم ص ۲۸۴ ناشر اہلحدیث اکادمی کشمیری بازار۔ لاہور)

۱۸۷۷ء میں خلیفۃ المسلمین ترکی نے امیر شیر علی خان والیٔ افغانستان کو انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کرنے کی ممانعت کی جس کی امیر نے فوری تعمیل کی اور ہندوستان کی سرحد پر اپنی فوجوں کا جمع ہونا روک دیا۔ ("دبدبۂ امیری" ص ۲۲ اردو ترجمہ خود نوشت سوانح "ضیاء الملّۃ والدّین" امیر عبدالرحمٰن خان غازی حکمران دولتِ خداداد افغانستان۔ ترجمہ ۱۹۰۱ء مطبوعہ مطبع شمسی آگرہ ۱۹۰۷ء)

۱۸۷۹ء میں مختلف فرقہائے اسلام کی پسندیدگی سے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے "اَلْاِقْتِصَاد فِیْ مَسَائِلِ الْجِھَاد" کے نام سے ایک مبسوط رسالہ شائع کیا جس میں قرآن وحدیث اور فقہ حنفی کی رُو سے اِن اکابر کے خیالات کی پُرزور تائید کی گئی تھی۔ جہاں تک برطانوی ہند کی مسلمان ریاستوں کا تعلق ہے وہ سب کی سب انگریزی حکومت کی وفادار، اطاعت گزار اور خیر خواہ تھیں خصوصاً ریاست حیدر آباد دکن

جس کی نسبت بعض انگریزی حکّام نے تسلیم کیا کہ اگر نظامِ دکّن ہمارے ساتھ نہ ہوتے تو ہندوستان میں انگریزی حکومت قائم ہی نہ ہو سکتی۔ ("حیاتِ عثمانی" صـ۱۱۱ مرتّبہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، مطبوعہ اعظم سٹیم پریس حیدر آباد دکّن)

ریاست بہاولپور کے انگریزوں کے ساتھ ایسے گہرے روابط و مراسم تھے کہ جب انگریزی حکومت دہلی پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئی تو ۲۴ دسمبر ۱۸۵۷ء کو اس کی خوشی میں ریاست میں جشنِ چراغاں منایا گیا۔ ("بہاولپور کی سیاسی تاریخ" صـ۲۸ از مسعود حسن شہاب)

۱۸۸۷ء میں ہندوستان بھر کے سب فرقہ ہائے اسلام نے ملکہ وکٹوریہ کی پنجاہ سالہ جوبلی میں نہایت جوش و خروش کے ساتھ حصّہ لیا۔ بے شمار لیمپوں، مہتابیوں اور چراغوں کی روشنیوں نے اِس خطّہ کو بُقعۂ نُور بنا دیا۔ پُرتکلّف ضیافتیں کی گئیں۔ آرائشی محراب تعمیر کئے گئے۔ مرکزی مساجد میں دینی راہ نماؤں نے مشترکہ اجتماعات منعقد کئے جن میں انگریزی سلطنت کی برکات پر روشنی ڈالی، ایڈریس پڑھے اور قیصرۂ ہند کی درازیٔ عمر کے لئے دُعائیں کی گئیں۔ (رسالہ "اشاعۃ السُنّۃ"

بٹالہ جلد ۹ نمبر ۷ صفحہ ۲۰۵ تا ۲۰۷)

"ضیاء الملّۃ والدّین" امیر عبدالرحمٰن خان غازی حکمران دولتِ خداداد افغانستان ۱۸۸۰ء میں برسرِ اقتدار آئے آپ نے اپنی سوانح میں لکھا :-

"اس میں شک نہیں کہ تمام دُنیا کے مسلمان سلطنتِ برطانیہ کی دوستی کو رُوس کی دوستی پر ترجیح دیتے ہیں ..... اگر رُوس اور برطانیہ اعظم میں جنگ ہوئی تو ہر حالت میں مسلمان سلاطین اور عام مسلمان انگلستان کا ساتھ دیں گے۔ اوّل تو انہیں ملکہ معظّمہ کی عملداری میں اپنے مذہبی رسُوم ادا کرنے کی پُوری آزادی ہے۔ دوسرے وہ یہ جانتے ہیں کہ رُوس کے ظُلم و جَور سے اُسی وقت تک نجات حاصل ہے جب تک کہ انگلستان سی عظیم الشان سلطنت مشرق میں اُس کا مقابلہ کرنے کے لئے موجود ہے۔ وہ خوب سمجھتے ہیں کہ اگر مشرق میں انگلستان کو

زوال آیا تو کُل اسلامی سلطنتیں رُوس کے نوالہ ہوں گی۔" ("دُبدبۂ امیری" صفحہ ۲۱۸ و ۲۲۱)

یہ تھا وہ ماحول جس میں حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ مطلعِ ہند پر نمودار ہوئے۔ حضرت بانئ سلسلہ احمدیہ نے حَکَم و عَدل کی حیثیت سے اگرچہ اِن اکابرینِ مِلّت کے مسلک کی تصدیق و توثیق فرمائی مگر ساتھ ہی مسلمانانِ عالم کو اُن کی اخلاقی، علمی اور عملی ذمہ داریوں کی طرف بھی توجہ دلائی اور فرمایا :-

"وَ اُمِرْنَآ اَنْ نُّعِدَّ لِلْکَافِرِیْنَ کَمَا یُعِدُّوْنَ لَنَا وَلَا نَرْفَعُ الْحُسَامَ قَبْلَ اَنْ نُّقْتَلَ بِالْحُسَامِ" (حقیقۃ المہدی ص ۱۹)

یعنی ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم کافروں کے مقابلہ میں وہی طرز اختیار کریں جو اُنہوں نے ہمارے مقابلہ میں اختیار کر رکھی ہو اور ہم اُن لوگوں کے مقابل پر تلوار نہ اُٹھائیں جو ہمیں تلوار سے قتل نہیں کرتے۔

اِس دستور العمل نے جہاں مُلک میں صُلح و آشتی کو بڑھایا

وہاں درد مند دل رکھنے والے مسلمانوں میں جہاد بالقرآن، جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کی زبردست رُوح پھُونک دی۔

۵۔ اُس زمانہ میں مسلمان سرکاری حلقوں میں معتوب تھے اور ہندو انگریزی حُکّام سے گٹھ جوڑ کر کے مُلک بھر کی ملازمتوں اور تجارتوں پر قابض و مسلّط ہو چکے تھے۔ اِس آتشیں ماحول میں حضرت بانیٔ جماعتِ احمدیہ نے ملکہ وکٹوریہ کو بذریعہ مکتوب نصیحت فرمائی کہ:۔

"اَنَّ الْمُسْلِمِیْنَ عَضُدُكِ الْخَاصُّ وَلَھُمْ فِیْ مُلْکِكِ خُصُوْصِیَّۃٌ تَفْھَمِیْنَھَا فَانْظُرِیْ اِلَی الْمُسْلِمِیْنَ بِنَظَرٍ خَاصٍّ وَّ اَقِرِّیْ اَعْیُنَھُمْ وَ اَلِّفِیْ بَیْنَ قُلُوْبِھِمْ وَاجْعَلِیْ اَکْثَرَھُمْ مِنَ الَّذِیْنَ یُقَرَّبُوْنَ التَّفْضِیْلَ التَّفْضِیْلَ۔ اَلتَّخْصِیْصُ التَّخْصِیْص وَ فِیْ ھٰذِہٖ بَرَکَاتٌ وَّ مَصَالِح۔ اَرْضِیْھِمْ فَاِنَّكِ وَرَدْتِّ اَرْضَھُمْ وَ دِیَارَھُمْ فَاِنَّكِ نَزَلْتِ بِدَارِھِمْ وَاٰتَاكِ اللّٰہُ

مُلْكَهُمُ الَّذِیْ امرُوْا فِیْهِ قَرِیْبًا مِّنْ اَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ فَاشْكُرِیْ رَبَّكَ وَ تَصَدَّقِیْ عَلَیْهِمْ فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یَتَصَدَّقُوْنَ۔ اَلْمُلْكُ لِلّٰهِ یُؤْتِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیَنْزِعُ مِمَّنْ یَّشَآءُ وَیُطِیْلُ اَیَّامَ الَّذِیْنَ یَشْكُرُوْنَ"

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۳۵-۵۳۶)

یعنی مسلمان تیرے دست و بازو ہیں اور اُنہیں تیرے مُلک میں ایک ممتاز خصوصیّت حاصل ہے جو تیری دُور بین نگاہ سے پوشیدہ نہیں۔ پس تجھے چاہیئے کہ اُن پر خاص طور پر شفقت و مہربانی کی نظر کرے اور اُن کے راحت و آرام اور تالیفِ قلوب کو اپنا نصب العین بنائے اور اُن میں سے اکثر کو مراتبِ عالیہ اور مدارجِ قُرب سے سرفراز فرمائے۔

مَیں دیکھتا ہوں کہ اُن کو دیگر اقوام پر فضیلت اور تخصیص و ترجیح دینے میں کئی قسم کے مصالح اور

برکات مضمر ہیں۔ تو مسلمانوں کا دل راضی کر کہ تو نے
اُن کی سرزمین پر قبضہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ نے تجھے
اُن کے ملک پر اقتدار بخشا ہے جس پر وہ قریباً
قریباً ایک ہزار سال تک حکمران رہ چکے ہیں۔ پس
تو اپنے ربّ کے اس انعام کا شکر بجالا اور ان
سے مہربانی و بخشش سے پیش آ کہ خداوندِ کریم بخشش
و عطا کا سلوک کرنے والوں سے محبّت کرتا ہے۔
درحقیقت بادشاہت تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے وہ
جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور جس
سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے اور اُس کی یہ سُنّت
ہے کہ وہ اپنے شکر گزار بندوں کے ایّام کو
درازی بخشتا ہے۔

۶۔ حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ نے اپنی آخری تصنیف
"پیغامِ صُلح" میں "دو قومی نظریہ" اور "مسلم لیگ" کی ڈٹ کر
تائید کی اور فرمایا:۔
"یہ بات ہر یک شخص بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ مسلمان
اس بات سے کیوں ڈرتے ہیں کہ اپنے جائز حقوق

گے مطالبات میں ہندوؤں کے ساتھ شامل ہوجائیں
اور کیوں آج تک اُن کی کانگرس کی شمولیت سے
انکار کرتے رہے ہیں اور کیوں آخر کار ہندوؤں کی
درستی رائے محسوس کر کے اُن کے قدم پر قدم رکھا۔
مگر الگ ہو کر اور اُن کے مقابل پر ایک مسلم انجمن
قائم کر دی مگر اُن کی شراکت کو قبول نہ کیا۔
صاحبو! اس کا باعث دراصل مذہب ہی ہے
اس کے سوا کچھ نہیں۔" (ص۲۵)

اس عبارت میں "مسلم انجمن" سے مراد قطعی طور پر "آل انڈیا
مسلم لیگ" ہے جو ۳۰ دسمبر ۱۹۰۶ء کو ڈھاکہ میں قائم ہوئی جس
کے پرچم تلے جمع ہو کر مسلمانانِ ہند نے پاکستان جیسی عظیم
مملکت حاصل کی۔

خدماتِ اسلامیہ کا مقدّس پودہ تناور درخت کی شکل میں!

برادرانِ اسلام! حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے شاندار
اسلامی کارناموں کا ایک بالکل ناتمام اور نامکمل خاکہ آپ کے

سامنے ہے۔ "دُنیا میں سچّائی اوّل چھوٹے سے تخم کی طرح آتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے۔ وہ پھل اور پھول لاتا ہے اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں۔" اسی ربّانی سُنّت کے مطابق آپؑ نے ۱۸۹۰ء میں ہی یہ خبر دے دی تھی کہ:-

"اس درخت کو اس کے پھلوں سے اور
اِس نیّر کو اس کی روشنی سے شناخت
کروگے۔"
(فتح اسلام" صلے)

سو خدا کے فضل سے خدماتِ اسلامیہ کا وہ مقدّس پودا جس کی تخم ریزی آپؑ کے ہاتھ سے اور آبیاری خلفاءِ احمدیّت کے ذریعہ ہوئی، اب ایک تناور درخت بن چکا ہے اور ساری دُنیا پر محیط ہے اور اس کی ہر شاخ رنگارنگ خدمات کے بے شمار شیریں پھلوں اور خوشنما پھولوں سے لدی ہوئی ہے۔

یہ اسلامی خدمات جو قمری اعتبار سے قریباً پَون صدی سے جاری ہیں سیّدنا حضرت مسیح موعودؑ بانیٔ جماعتِ احمدیّہ

کے عہدِ مبارک کی طرح پانچوں انواع و اقسام پر مشتمل ہیں۔ یعنی رُوحانی، تبلیغی اور علمی بھی ہیں اور آئینی اور سیاسی بھی۔

اِس اجمال کی تفصیلات و جُزئیات ایک مبسُوط تصنیف کا تقاضا کرتی ہیں۔ بلکہ مَیں بلا مُبالغہ کہہ سکتا ہوں کہ اِس دَورِ مبارک کی کثیر التعداد خدمات کے فقط عنوانات ہی گنوانا شروع کر دوں تو تقریر کا بقیّہ وقت ختم ہو جائے گا مگر عنوان ابھی باقی رہیں گے لہٰذا میرے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں کہ ہر نَوع کی خدمات کا ایک مختصر سا خاکہ ہدیۂ سامعین کر دوں اور اِس وقت میرا مقصود بھی دراصل یہی ہے۔

رُوحانی خدمات

سب سے پہلے مَیں دُعاؤں کی رُوحانی خدمات کو لیتا ہوں۔ سِلسلہ احمدیّہ کا مطبوعہ لٹریچر گواہ ہے کہ جماعتِ احمدیّہ کی انفرادی اور اجتماعی دُعائیں ہمیشہ ہی عالمِ اسلام کی ترقی و بہبُود کے لئے وقف رہی ہیں اور ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء یعنی قیامِ خلافتِ اُولیٰ کے دن سے لے کر اب تک ملّتِ اسلامیہ پر کوئی ایسا نازک موقعہ نہیں آیا جس پر خلفائے احمدیّت

نے دلِ بریاں اور چشمِ گریاں سے دُعا نہ کی ہو۔ صرف یہی نہیں مسلمانانِ عالم جب بھی مصائب و شدائد سے دوچار ہوئے اُن کی طرف سے جماعت احمدیہ کو ہمیشہ ہی دُعاؤں کی اجتماعی تحریکات کی جاتی رہیں۔ کیونکہ ؏

مبتلائے درد کوئی عضو ہو روتی ہے آنکھ

۱۹۳۵ء کا واقعہ ہے کہ سعودی عرب کے سلطان المعظم جلالۃ الملک ابن سعود مرحوم نے ایک انگریز کمپنی سے پٹرول وغیرہ نکالنے کا معاہدہ کیا۔ ہندوستان کے بعض مسلمان حلقوں نے اِسی بناء پر سلطان المعظم کو بدنام کرنے کی باقاعدہ مہم شروع کردی کہ شاہ انگریزوں کے زیرِ اثر ہیں اور یہ کہ انگریز مدبّر سلطان سے معاہدوں کی آڑ میں عرب کے داخلی مسائل پر قابض ہونے کی سازش کر رہے ہیں اور وہ جب چاہیں پورے مُلک میں استعمار کے جال بچھا سکتے ہیں حتیٰ کہ سلطان کے ایک سوانح نگار نے لکھا کہ :-

''اِس کتاب کے مؤلف کی ایزدِ متعال سے اسکی قدرتِ کاملہ اور رحمتِ واسعہ کے طفیل اور حضور سرورِ کائنات محمد مصطفٰے احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے نام و ناموس کے طفیل دُعا ہے کہ حجاز میں معدنیات دستیاب نہ ہوں اور استعمار پسندوں کو خشک اور بے آب و گیاہ مٹی کے سوا اِس مقدّس مُلک میں کچھ ہاتھ نہ آئے۔"

("سوانح حیات سلطان ابن سعود" صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ جالندھر ۱۹۳۶ء از سید سردار محمد حسنی بی۔اے)

اِس کے برعکس حضرت مصلح موعودؓ نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ:-

"اب سلطان کو بدنام کرنے سے کیا فائدہ؟ اِس سے سلطان ابن سعود کی طاقت کمزور ہو گی اور جب اُن کی طاقت کمزور ہو گی تو عرب کی طاقت بھی کمزور ہو جائے گی۔ اب ہمارا کام یہ ہے کہ دُعاؤں کے ذریعہ سے سلطان کی مدد کریں اور اسلامی رائے کو ایسا منظّم کریں کہ کوئی طاقت سلطان کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کی جرأت نہ کرے۔"

(روزنامہ الفضل قادیان ۳ ستمبر ۱۹۳۵ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی دل سے نکلی ہوئی دُعاؤں کا

اعجازی نشان دیکھو کہ سعودی مملکت کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے نہ صرف اس معاہدہ کے بداثرات سے بچا لیا بلکہ عرب کی سرزمین سے اس کثرت کے ساتھ معدنیات برآمد ہوئیں کہ اس کی کایا ہی پلٹ گئی جس نے مغربی دُنیا کی آنکھوں کو بھی خیرہ کر دیا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

دوسری جنگ عظیم کے دَوران جب محوری فوجیں العالمین کے مقام تک پہنچ گئیں تو مصر براہِ راست جنگ کی لپیٹ میں آ گیا اور مشرقِ وسطیٰ کے دوسرے ممالک خصوصًا حجازِ مقدّس پر حملہ کا شدید خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس پر حضرت مصلح موعودؓ نے ۲۶ جون ۱۹۴۲ء کو مصر کے اسلامی کارناموں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا :-

"مصر کے ساتھ ہی وہ مقدّس سرزمین شروع ہو جاتی ہے جس کا ذرّہ ذرّہ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ عزیز ہے۔ نہر سویز کے ادھر آتے ہی آجکل کے سفر کے سامانوں کو مدِّنظر رکھتے ہوئے چند روز کی مسافت کے فاصلہ پر ہی

وہ مقدّس مقام ہے جہاں پر ہمارے آقاؐ کا وجود لیٹا ہے، جس کی گلیوں میں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پائے مبارک پڑا کرتے تھے، جس کے مقبروں میں آپؐ کے والہ وشیدا خدا تعالےٰ کے فضل کے نیچے میٹھی نیند سو رہے ہیں اُس دن کی انتظار میں کہ جب صُور پھُونکا جائے گا وہ لبّیک کہتے ہوئے اپنے ربّ کے حضور حاضر ہو جائیں گے۔ دو اڑھائی سَو میل کے فاصلہ پر ہی وہ وادی ہے جس میں وہ گھر ہے جسے ہم خدا کا گھر کہتے ہیں اور جس کی طرف دن میں کم سے کم پانچ بار مُنہ کر کے ہم نماز پڑھتے ہیں اور جس کی زیارت اور حج کے لئے جاتے ہیں جو دین کے ستونوں میں سے ایک بڑا ستُون ہے۔ یہ مقدّس مقام صرف چند سَو میل کے فاصلہ پر ہے اور آجکل موٹروں اور ٹینکوں کی رفتار کے لحاظ سے چار پانچ دن کی مسافت سے زیادہ فاصلہ پر نہیں اور ان کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں۔ وہاں جو

حکومت ہے اُس کے پاس نہ ٹینک ہیں نہ ہوائی جہاز اور نہ ہی حفاظت کا کوئی اور سامان ۔ کھلے دروازوں اسلام کا خزانہ پڑا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ دیواریں بھی نہیں ہیں ۔ اور جُوں جُوں دشمن ان مقامات کے قریب پہنچتا ہے ایک مسلمان کا دِل لرز جاتا ہے ۔" (الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۴۲ء صہ۳)

دیارِ عرب کا یہ زہرہ گداز نقشہ کھینچنے کے بعد حضرت مصلح موعودؓ نے دِل ہلا دینے والے الفاظ میں تحریکِ دُعا کرتے ہوئے فرمایا :-

" یہ مقامات روز بروز جنگ کے قریب آرہے ہیں اور خدا تعالیٰ کی مشیّت اور اپنے گناہوں کی شامت کی وجہ سے ہم بالکل بے بس ہیں اور کوئی ذریعہ ان کی حفاظت کا اختیار نہیں کر سکتے ۔ ادنیٰ ترین بات جو انسان کے اختیار میں ہوتی ہے یہ ہے کہ اس کے آگے پیچھے کھڑے ہو کر جان دیدے مگر ہم تو یہ بھی نہیں کر سکتے اور اس خطرناک وقت میں صرف ایک ہی ذریعہ باقی

ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کریں کہ وہ جنگ کو اِن مقاماتِ مقدّسہ سے زیادہ سے زیادہ دُور لے جائے اور اپنے فضل سے اُن کی حفاظت فرمائے۔ وہ خدا جس نے ابرہہ کی تباہی کے لئے آسمان سے وبا بھیجدی تھی اب بھی طاقت رکھتا ہے کہ ہر ایسے دشمن کو جس کے ہاتھوں سے اُس کے مقدّس مقامات اور شعائر کوئی گزند پہنچ سکے کچل دے۔..... پس مَیں دوستوں کو توجّہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنی ذمّہ داریوں کو سمجھیں اور خدا تعالیٰ سے دُعائیں کریں کہ وہ اِن مقامات کی حفاظت کے سامان پیدا کر دے اور اِس طرح دُعائیں کریں کہ جس طرح بچّہ بھُوک سے تڑپتا ہوا چلّاتا ہے، جس طرح ماں سے جُدا ہونے والا بچّہ یا بچّہ سے محروم ہو جانے والی ماں آہ وزاری کرتی ہے اِسی طرح اپنے ربّ کے حضور رو رو کر دُعائیں کریں کہ اے اللہ! تو خود اِن مقدّس مقامات کی حفاظت فرما اور اُن لوگوں کی اولادوں کو جو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جانیں فدا کر گئے اور اُن کے ملک کو اُن خطرناک نتائجِ جنگ سے جو دوسرے مقامات پر پیش آرہے ہیں بچالے ۔۔۔۔۔۔ جو کام آج ہم اپنے ہاتھوں سے نہیں کر سکتے وہ خدا تعالےٰ کا ہاتھ کر دے اور ہمارے دل کا دکھ ہمارے ہاتھوں کی قربانیوں کا قائم مقام ہو جائے ۔"

("الفضل" ۲ر جولائی ۱۹۴۲ء صـ۴ـ۵)

مجلسِ احرار کے اخبار "زمزم" نے ۱۹ر جولائی ۱۹۴۲ء کی اشاعت میں لکھا :۔

"موجودہ حالات میں خلیفہ صاحب نے مصر اور حجازِ مقدس کے لئے اسلامی غیرت کا جو ثبوت دیا ہے وہ یقیناً قابلِ قدر ہے اور انہوں نے اس غیرت کا اظہار کر کے مسلمانوں کے جذبات کی صحیح ترجمانی کی ہے ۔"

(بحوالہ الفضل قادیان ۲۲ر جولائی ۱۹۴۲ء صـ۱)

حضورؓ کی اس تحریک پر دنیا بھر کی احمدیہ جماعتوں نے

پُرسوز دُعاؤں کا باقاعدہ سلسلہ جاری کر دیا اور پھر چند ماہ کے اندر اندر جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور بیسویں صدی کے اَصْحَابُ الفِیْل خانہ کعبہ پر حملہ کرنے سے پہلے ہی پاش پاش ہو گئے۔

ستمبر ۱۹۶۵ء کی پاک بھارت جنگ کے دَوران حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے جہاں جماعت کو یہ پیغام دیا کہ دُعاؤں اور قربانیوں کے ساتھ اپنے محبوب وطن کو مستحکم اور ناقابلِ تسخیر بنا دو وہاں آپ خود مجسّم دُعا بن گئے اور آپ کو جنگ کے ابتدائی مرحلہ میں ہی جب جنگی خبریں بہت پریشان کُن تھیں جنابِ الٰہی سے علم دے دیا گیا کہ پاکستان کی قابلِ فخر مسلّح افواج ہی فتحیاب ہوں گی۔ جب آپ کی خدمت میں عرض کیا جاتا کہ پاکستان بہت کمزور ہے اور دشمن کیل کانٹوں سے لیس ہے تو فرماتے :۔

"سب کچھ صحیح، مگر میرے خدا کی طاقت کے سامنے وہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔"

"جنگ کی ابتدا سے لے کر آخر تک آپ کی زبانِ مبارک پر یہی الفاظ رہے کہ :۔

"اسلام ہی کی فتح ہو گی"

چنانچہ ایسا ہی عمل میں آیا۔ (الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۶۶ء ص۴)

پاکستان کا یہی وہ معرکہ تھا جس میں فاتح جوڑیاں لیفٹیننٹ جنرل اختر حسین ملک اور چونڈہ کے ہیرو لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی ملک نے فقید المثال جرأت کا مظاہرہ کر کے اَصحابُ الفِیل کے پرخچے اُڑا دیئے۔ اور میجر منیر احمد اور میجر قاضی بشیر اور سکوڈرن لیڈر خلیفہ منیر الدین اور دوسرے کئی احمدی شہیدوں نے اپنی جانیں مقدّس وطن پر نثار کر دیں۔ مدیر "چٹان" نے اِسی موقعہ پر افواجِ پاکستان کو مخاطب کر کے ہوئے یہ نظم کہی تھی ؎

"دہلی کی سرزمیں نے پکارا ہے ساتھیو!
اختر ملک کا ہاتھ بٹاتے ہوئے چلو
گنگا کی وادیوں کو بتا دو کہ ہم ہیں کون؟
جمنا پہ ذوالفقار چلاتے ہوئے چلو
ہر ایک سومنات کی تعمیر توڑ دو
ہر ایک بتکدے کو گراتے ہوئے چلو

اِس کے سوا جہاد کے معنی ہیں اور کیا ؟
اسلام کا وقار بڑھاتے ہوئے چلو
گاڑو زمینِ ہند میں اسلام کا علَم !
مولیٰ علیؓ کا زور لگاتے ہوئے چلو

(ہفت روزہ "چٹان" لاہور۔ ۱۳ ستمبر ۱۹۶۵ء)

ایک اور پاکستانی شاعر نے یہ رزمیہ اشعار کہے ؎

کر رہا تھا غازیوں کی جب کماں عبدالعلی
تھا صفوں میں مثلِ طوفاں رواں عبدالعلی
ہند کا وہ آتشیں طوفاں، مقابل اسکے وہ عزم و ثبات
ٹینک یُوں گرتے گئے دشمن کے، جیسے خشک پات
جب ہوئی تاریخ کی سب سے بڑی ٹینکوں کی جنگ
فتح پائی غازیوں نے کس طرح ؟ دُنیا ہے دنگ
یہ جگہ، یہ دن، یہ ساعت عالمی تاریخ میں
ثبت ہے اب درحقیقت عالمی تاریخ میں

["معرکہ حق و باطل" صہ ۷۳ از حضرت
الحاج مولانا عرفان رُشدی۔
داعیٔ مجلسِ علماءِ پاکستان]

تبلیغی خدمات

اب ہم جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی خدمات پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں جو نظامِ خلافت کے زیرِ قیادت عرصہ دراز سے دُنیا کے گوشہ گوشہ میں جاری ہیں اور اسلام کی مذہبی تاریخ کا سنہری باب ہیں۔ اس سلسلہ میں خاکسار از خود کچھ کہنے کی بجائے غیر از جماعت شخصیتوں اور بزرگوں کی چند اہم آراء و افکار بیان کرنے پر اکتفاء کرے گا:۔

ا۔ "مسلم سٹینڈرڈ" لنڈن کے سابق ایڈیٹر ملک عبد القیوم صاحب بارایٹ لاء نے ایک حقیقت افروز بیان میں فرمایا کہ:۔

"سلسلہ احمدیہ کا اہم ترین اور درخشاں ترین وہ کارنامہ ہے جس کا تعلق تبلیغ و توسیع اسلام سے ہے ..... قرونِ اُولیٰ اور وُسطیٰ کی اسلامی تاریخ اسلامی مبلّغین اور مصلحین کی مجاہدانہ سرگرمیوں سے لبریز ہے جنہوں نے اسلام کو جغرافیائی اور طبعی قیود سے آزاد جان کر ایک جہانگیر برادری کا

مرجع بنایا۔ مگر یہ سرگرمیاں اور کوششیں زیادہ تر انفرادی حیثیت سے رُونما ہوئیں سلسلہ احمدیہ نے اپنے تبلیغی نصب العین کو ایک ادارے کی صورت دے کر ایک منظم کوشش بنا دیا۔ اس منظم کارکردگی کا ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے مبلّغین گزشتہ رُبع صدی کے دَوران میں ایشیا، افریقہ اور امریکہ میں متعدد تبلیغی ادارے قائم کرکے اعلائے کلمۃ الحق کر رہے ہیں۔"

(بحوالہ "مرکزِ احمدیت — قادیان" ص۴۵
مرتبہ شیخ محمود احمد صاحب عرفانی)

۲۔ مفکرِ احرار جناب چودھری افضل حق صاحب نے اپنی کتاب "فتنہ ارتداد اور پولیٹیکل قلابازیاں" میں لکھا:۔

"آریہ سماج کے معرضِ وجود میں آنے سے پیشتر اسلام جسدِ بے جان تھا۔ ..... مسلمانوں کے دیگر فرقوں میں تو کوئی جماعت تبلیغی اغراض کے لئے پیدا نہ ہوسکی، ہاں ایک دل مسلمانوں کی غفلت سے مضطرب ہو کر اُٹھا، ایک مختصر سی جماعت

اپنے گرد جمع کرکے اسلام کی نشر و اشاعت کے لئے بڑھا۔ اگرچہ مرزا غلام احمدؐ صاحب کا دامن فرقہ بندی کے داغ سے پاک نہ ہُوا تاہم اپنی جماعت میں اشاعتی تڑپ پیدا کر گیا جو نہ صرف مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے لئے قابلِ تقلید ہے بلکہ دُنیا کی تمام اشاعتی جماعتوں کے لئے نمونہ ہے۔"

(صفحہ ۲۴)

۳۔ دیوبند کے مشہور روشن خیال عالم نے اپنی تفسیر "الہام الرحمٰن" میں حسب ذیل دلچسپ واقعہ تحریر فرمایا:۔

"جمیع اقوامِ عالم سے چند آدمی ایک خالص دینی اور مذہبی کانفرنس (مؤتمر) منعقد کرنے کی غرض سے ہمارے شہروں کی طرف آئے۔ جو اس بارہ میں بحث کرنا چاہتے تھے کہ انسانیتِ عامہ (عمومیہ) کے لئے کون سا دین مناسب ہے اور اُس مؤتمر کی زبان انگریزی تھی۔ تو مَیں نے علماءِ وقت سے سوال کیا کہ اُن پر واجب نہیں تھا کہ اس مؤتمر میں کوئی ایسا شخص بھیجتے جو اُن لوگوں پر

اسلام پیش کرتا ؟ تو انہوں (علماءِ وقت) نے
جواب میں کہا کہ کوئی فرض نہیں۔ مَیں نے کہا
سُبحان اللہ کیا کہنے وہ تو چل کر تمہارے مُلک
ہندوستان (متحدہ ہند و پاک) میں تمہارے
گھروں تک پہنچے ہیں (اور تمہارا یہ جواب ؟) تو
(علماءِ وقت) کہنے لگے کہ ہم اُن کی انگریزی زبان
نہیں جانتے! مَیں نے کہا اگر تم اولادِ مسلمین کو علمِ
دِین کی تعلیم دے کر پہلے اِس فریضہ کو ادا کر چکے ہوتے
تو وہی آج تمہاری طرف سے وکیل بن کر اسلام
پیش کرتے! لیکن ہوا یہ کہ مرزا قادیانی کے پیروکاروں
سے ایک شخص اس مؤتمر میں گیا جس نے ان پر اسلام
پیش کیا! تو اب مجھے اہلِ علم حضرات سے سوال
کا موقع ملا۔ جس کے جواب میں گویا ہوئے یہی کافی
ہے۔ مَیں نے کہا کیا تم قادیانیوں کی تکفیر سے
رجوع کرتے ہو؟ لیکن وہ اس کے بعد بھی ان کی
تکفیر پر مُصِرّ رہے! اِس پر مَیں نے کہا کہ تمہاری
طرف سے فرض کفائی جیسے ایک کافر

انسان ادا کر سکتا ہے۔ ہو نہ ہو دو باتوں میں سے ایک کا جاننا ضروری ہے۔ ۱۔ یا تو تم قادیانیوں کو کافر نہ کہو تاکہ تم انہیں تبلیغِ اسلام میں اپنا وکیل بنا سکو۔ ۲۔ یا اہلِ اسلام کے اُن لوگوں کو جو انگریزی زبان کے ماہر ہیں دینی تعلیم دو۔ لیکن اُنہوں (علماءِ وقت) نے نہ یہ بات مانی اور نہ وہ مانی۔"

"(الہام الرحمٰن فی تفسیر القرآن" از علامہ عبید اللہ سندھی ج ۲ ص ۹۸ تا ۱۰۰ حاشیہ۔ ناشر بیت الحکمۃ امام ولی اللہ دہلوی، کبیر والا ملتان۔ نومبر ۱۹۷۷ء)

۴۔ بابائے صحافت ظفر الملت مولانا ظفر علی خان صاحب نے ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء کو مسجد خیر الدین امرتسر میں تقریر فرمائی کہ:۔

"کان کھول کر سُن لو تم اور تمہارے لگے بندھے مرزا محمود کا مقابلہ قیامت تک نہیں کر سکتے۔ مرزا محمود کے پاس قرآن ہے، قرآن کا علم ہے ...... مرزا محمود کے پاس ایسی جماعت ہے جو تن من دھن آس کے اشارے پر اُس کے پاؤں میں نچھاور کرنے کو تیار ہے ..... مرزا محمود کے پاس مبلّغ ہیں، مختلف علوم کے ماہر ہیں۔ دُنیا کے ہر ایک مُلک میں اُس نے جھنڈا گاڑ رکھا ہے!" ("ایک خوفناک سازش" مصنّفہ مولوی مظہر علی اظہر)

۵۔ عاشقوں کا شوقِ قربانی تو دیکھ
خوں کی اِس رہ میں ارزانی تو دیکھ
ہے اکیلا کُفر سے زور آزما
احمدی کی رُوحِ ایمانی تو دیکھ

۵۔ پاکستان کے ایک فاضل و ادیب جناب محی الدّین غازی اجمیری فرماتے ہیں :۔

"یورپ و امریکہ کی مذہب بیزار اور اسلام کی حریف دُنیا میں ..... اگر عَلَمِ تبلیغ ہاتھ میں لیکر کوئی اُٹھا تو وہ یہی ..... قادیانی فرقہ تھا۔

کامل اِس فرقۂ زہّاد سے اُٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے بھی تو یہی رِندِ قدح خوار ہوئے

اِس جماعت نے تبلیغی مقاصد کے لئے سب سے پہلے اسی سنگلاخ زمین کو چُنا اور یورپ و امریکہ کا رُخ کیا اور اُن کے سامنے اسلام کو اصلی و سادہ صورت میں اور اس کے اصولوں کو ایسی قابلِ قبول شکل میں پیش کیا کہ ان ممالک کے ہزار ہا افراد و خاندان دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے اور یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا کا سماں آنکھوں میں پھر گیا۔"

("تأثرات" صہ ۱۷-۱۸ مطبوعہ حیدر آباد سندھ)

عرب ممالک میں مصر و عراق کو جو اہمیّت حاصل ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں - اِن ممالک کے عظیم دانشور

بھی جماعتِ احمدیہ کی تبلیغی خدمات پر خراجِ تحسین ادا کر چکے ہیں۔ چنانچہ مصر کے مشہور اخبار "الفتح" (۲۰ جمادی الآخر ۱۳۵۱ھ مطابق ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء) نے لکھا:۔

"وَالَّذِیْ یَرٰی اَعْمَالَھُمُ الْمُدْھِشَۃَ وَیُقَدِّرُ الْاُمُوْرَ حَقَّ قَدْرِھَا لَا یَمْلِکُ نَفْسَہٗ مِنَ الدَّھْشَۃِ وَالْاِعْجَابِ بِجِھَادِ ھٰذِہِ الْفِرْقَۃِ الْقَلِیْلَۃِ الَّتِیْ عَمِلَتْ مَا لَمْ تَسْتَطِعْہُ مِئَاتُ الْمَلَایِیْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ وَقَدْ جَعَلُوْا جِھَادَھُمْ ھٰذَا وَنَجَاحَھُمْ اَکْبَرَ مُعْجِزَۃٍ تَدُلُّ عَلٰی صِدْقِ مَا یَزْعُمُوْنَ۔ وَسَاعَدَھُمْ عَلٰی ذٰلِکَ مَوْتُ غَیْرِھِمْ مِمَّنْ یَّنْتَسِبُ اِلَی الْاِسْلَامِ۔"

ترجمہ:۔ جو شخص معاملہ فہم ہو اور اُن لوگوں کے حیرت انگیز کارناموں کو دیکھے وہ یقیناً اس چھوٹی سی جماعت کے جہاد کو دیکھ کر حیران اور انگشت بدنداں رہ جائے گا۔ اِس جماعت نے وہ کام کیا ہے جس کو

کروڑوں مسلمان نہ کر سکے۔ ان لوگوں نے اپنے جہاد اور کامیابی کو اپنے دعویٰ کی صداقت پر سب سے بڑا معجزہ قرار دیا ہے۔ اُن کے اِس بیان کو اُن لوگوں کی مَوت نے تقویت پہنچائی ہے جو اُن کے علاوہ اسلام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

اور عراق کے مسلمان لیڈر اور "اَلسَّلَامُ البغدادِیّہ" کے ایڈیٹر الحاج علّامہ عبدالوہاب عسکری اپنی کتاب "مُشَاهِدَاتِی تَحْتَ سَمَآءِ الشَّرْق" میں احمدیوں کی نسبت تحریر فرماتے ہیں:-

"وَخِدْمَاتُهُمْ لِلدِّيْنِ الْإِسْلَامِيِّ مِنْ وِجْهَةِ التَّبْشِيْرِ فِيْ جَمِيْعِ الْأَقْطَارِ كَثِيْرَةٌ وَاَنَّ لَهُمْ دَوَائِرَ مُنْتَظِمَةً يُدِيْرُهَا اَسَاتِذَةٌ وَعُلَمَآءُ ...... وَهُمْ يَجْتَهِدُوْنَ بِكُلِّ الْوَسَائِلِ الْمُمْكِنَةِ لِإِعْلَاءِ كَلِمَةِ الدِّيْنِ وَ مِنْ اَعْمَالِهِمُ الْجَبَّارَةِ الْفُرُوْعُ

التَّبْشِيْرِيَّةُ وَالْمَسَاجِدُ الَّتِيْ أَسَّسُوْهَا فِيْ مُدُنِ أَمْرِيْكَا وَ أَفْرِيْقِيَا وَ أُوْرُبَّا فَهِيَ أَلْسِنَةٌ نَاطِقَةٌ مِمَّا قَامُوْا وَيَقُوْمُوْنَ بِهٖ مِنْ خِدْمَاتٍ وَّلَا شَكَّ أَنَّ لِلْاِسْلَامِ مُسْتَقْبِلٌ بَاهِرٌ عَلٰى يَدِهِمْ"

ترجمہ :۔ دین اسلام کے لئے اُن کی تبلیغی خدمات بہت زیادہ ہیں اور اُن کے ہاں بہت سے انتظامی شعبے ہیں جنہیں بڑے بڑے ماہرین اور علماءِ دین چلاتے ہیں اور وہ دین اسلام کی سربلندی کے لئے تمام ممکن ذرائع کو بروئے کار لاتے ہوئے کوشاں ہیں اور ان کے عظیم الشان کارناموں میں سے ایک عظیم کام امریکہ، افریقہ اور یورپ کے مختلف شہروں میں تبلیغی مراکز اور مساجد کا قیام ہے اور یہ مراکز و مساجد ان کی اُن عظیم خدمات کی مُنہ بولتی تصویر ہیں جو وہ پہلے اور اب بجا لا رہے ہیں اور اس امر میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اُن کے

ہاتھوں اسلام کا ایک تابناک مستقبل مقدّر ہو چکا ہے۔

علمی خدمات

معزّز سامعین! جماعت احمدیّہ کے بے مثال تبلیغی جہاد کی طرح اس کی علمی خدمات بھی اپنی نظیر آپ ہیں۔ یہی وہ خوش نصیب جماعت ہے جسے خدائی وعدوں کے مطابق مصلح موعودؓ کے وجودِ مبارک میں ایک ایسا عظیم قائد بخشا گیا جس نے خدا تعالیٰ سے علوم ظاہری و باطنی سیکھ کر علوم و فنون کے دریا بہا دیئے۔ اس صدی میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیّہ کے بعد اگر کسی شخصیّت نے خدائی راہ نمائی سے عہدِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق اسلامی علوم پر ہمہ گیر روشنی ڈالی ہے تو وہ صرف مصلح موعودؓ ہیں اور آپ کا معرکہ آرا کثیر لٹریچر اس پر شاہدِ ناطق ہے۔

پاک و ہند کے مایۂ ناز انشاء پرداز اور اردو ادب کے مسلّم نقّاد اور ماہنامہ "نگار" کے مدیر علّامہ نیاز فتحپوری آپؓ کی شہرۂ آفاق "تفسیر کبیر" پر ایک نگاہ ڈالتے ہی آپ کے

والہ وشیدا بن گئے اور آپؓ کی خدمت میں لکھا :-

"اس میں شک نہیں کہ مطالعۂ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویۂ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حُسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحّرِ علمی، آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حُسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔" (الفضل ۱۷/نومبر ۱۹۶۳ء صـ۳)

حضرت مصلح موعودؓ کے انتقال پر مولانا عبدالماجد دریاآبادی جیسے بلند پایہ محقّق و فاضل نے لکھا کہ :-

"قرآن و علومِ قرآن کی عالمگیر اشاعت اور اسلام کی آفاق گیر تبلیغ میں جو کوششیں انہوں نے سرگرمی اور اولوالعزمی سے اپنی طویل عمر میں جاری رکھیں اُن کا اللہ انہیں صلہ دے۔ علمی حیثیّت سے قرآنی حقائق و معارف کی جو تشریح، تبیین و ترجمانی وہ کر گئے ہیں اس کا بھی ایک بلند و ممتاز مرتبہ

ہے۔" ("صدقِ جدید" لکھنؤ ۱۸ر نومبر ۱۹۶۵ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے اسلامیہ کالج لاہور کی مارٹن ہسٹاریکل سوسائٹی کے زیرِ اہتمام ۲۶ر فروری ۱۹۱۹ء کو "اسلام میں اختلافات کا آغاز" کے عنوان پر مشہورِ عالم لیکچر دیا۔ مؤرخِ اسلام سیّد عبدالقادر صاحب ایم۔ اے نے صدارتی خطاب فرمایا :۔

"آج شام کو جب مَیں اِس ہال میں آیا تو مجھے خیال تھا کہ اِسلامی تاریخ کا بہت سا حصّہ مجھے بھی معلوم ہے اور اس پر مَیں اچھی طرح رائے زنی کرسکتا ہوں لیکن اب جناب مرزا صاحب کی تقریر کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مَیں ابھی طفلِ مکتب ہوں۔"

("الفضل" ۸ر مارچ ۱۹۱۹ء صفحہ ۵)

اگلے سال جب یہ اہم لیکچر شائع ہُوا تو موصوف نے اس کے تعارف میں لکھا کہ :۔

"فاضل باپ کے فاضل بیٹے حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد کا نامِ نامی اس بات کی کافی

ضمانت ہے کہ یہ تقریر نہایت عالمانہ ہے۔ مجھے
بھی اسلامی تاریخ سے کچھ شُدبُد ہے اور مَیں
دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ کیا مسلمان اور کیا غیر مسلمان
بہت تھوڑے مؤرّخ ہیں جو حضرت عثمانؓ کے عہد
کے اختلافات کی تَہہ تک پہنچ سکے ہیں اور اِس
مہلک اور پہلی خانہ جنگی کی اصلی وجوہات کو
سمجھنے میں کامیاب ہوئے ہیں۔ حضرت مرزا صاحب
کو نہ صرف خانہ جنگی کے فتنہ کے اسباب سمجھنے
میں کامیابی ہوئی ہے بلکہ انہوں نے نہایت واضح
اور مسلسل پیرائے میں اُن واقعات کو بیان فرمایا
ہے جن کی وجہ سے ایوانِ خلافت مدّت تک تزلزل میں رہا
میرا خیال ہے ایسا مدلّل مضمون اسلامی تاریخ
سے دلچسپی رکھنے والے احباب کی نظر
سے پہلے کبھی نہیں گزرا ہوگا۔"

(پیش لفظ "اسلام میں اختلافات کا آغاز")
حضرت مصلح موعودؓ کی زندۂ جاوید اور دل آویز تصانیف

سرچشمۂ علم و بصیرت ہیں، جو موجودہ اور آئندہ نسلوں کے لئے قیامت تک مشعلِ راہ کا کام دیں گی۔ حضور خود فرماتے ہیں:۔

"وہ کونسا اسلامی مسئلہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ اپنی تمام تفاصیل کے ساتھ نہیں کھولا۔ مسئلۂ نبوّت، مسئلۂ کفر، مسئلۂ خلافت، مسئلۂ تقدیر، قرآنی ضروری اُمور کا انکشاف، اسلامی اقتصادیات، اسلامی سیاسیات اور اسلامی معاشرت وغیرہ پر تیرہ سو سال سے کوئی وسیع مضمون موجود نہیں تھا۔ مجھے خدا نے اِس خدمتِ دین کی توفیق دی اور اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے ہی ان مضامین کے متعلّق قرآن کے معارف کھولے۔ ..... جو شخص اسلام کی تعلیم کو پھیلانا چاہے گا اُسے میرا خوشہ چین ہونا پڑے گا۔" ("خلافتِ راشدہ" صفحہ ۲۵۴-۲۵۵)

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے عظیم الشان لٹریچر اور آپ کے فیض و برکت سے جماعت احمدیہ میں بہت سی علمی شخصیتیں پیدا ہوئیں مثلاً حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ اور حضرت ملک غلام فرید صاحبؒ جیسے مفسّر، مولانا شیخ مبارک احمد صاحب، عبدالہادی کیوسی صاحب اور عبدالسلام صاحب میڈسن جیسے مترجم قرآن، حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ اور حضرت سیّد زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ جیسے شارحین حدیث، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ جیسے مؤرّخ، حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ، حضرت میر قاسم علی صاحبؓ، مولانا جلال الدین صاحب شمس، مولانا ابوالعطاء صاحبؒ، ملک عبدالرحمٰن صاحب خادمؒ اور مولانا قاضی محمد نذیر صاحبؒ جیسے متکلّم، ملک سیف الرحمٰن صاحب فاضل جیسے فقیہ، حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب جیسے قانون دان اور مقرر، جناب قاضی محمد اسلم صاحب جیسے ماہر نفسیّات و فلسفہ، صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جیسے ماہر اقتصادیات، حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ، مہاشہ فضل حسین صاحبؓ،

پروفیسر ناصر الدین عبداللہ صاحبؒ، گیانی واحد حسین صاحبؒ گیانی عباداللہ صاحب اور جناب شیخ عبدالقادر صاحب جیسے سکالر اور محقق، مولانا شیخ محمد اسماعیل صاحبؒ پانی پتی اور سیّد اختر اورینوی (صدر شعبۂ اُردو پٹنہ یونیورسٹی) جیسے بلند پایہ اُردو ادیب اور شیخ محمد احمد صاحب پانی پتی جیسے اُردو مترجم۔ یہ سب ملّت اسلامیہ کے مایۂ ناز خدّام ہیں جن کے قلمی و لسانی معرکے آسمان کے ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں اور اُن کے نام کو بقائے دوام بخشنے کیلئے کافی ہیں۔

حضرت بانیٔ احمدیّتؑ نے نظریۂ اُمّ الالسنہ کی الہامی تحقیق کو علمی جنگ سے تعبیر کرتے ہوئے پیشگوئی فرمائی تھی کہ اِس جنگ میں

"عنقریب اسلام کی طرف سے فتح کے نقّارے بجیں گے۔" (مِنَنُ الرّحمٰن ص۱۸)

حضورؑ نے اپنی تصنیف "منن الرحمٰن" میں کمال جامعیّت سے ایسے بنیادی اصول متعیّن فرما دیئے تھے جن کو اگر دُنیا کی دوسری زبانوں پر منطبق کیا جائے تو اُن کا عربی مأخذ

بالبداہت ثابت ہوجاتا ہے۔

اِن راہ نما اُصولوں کی روشنی میں اَلسِنۂ عالم کا گہرا مطالعہ کرنے اور پھر اِس دعویٰ کو عملاً ثابت کر دکھانے کا عظیم الشان کام درحقیقت ایک ادارہ کا تقاضا کرتا تھا جس کو حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہرؒ نے تقریباً چالیس[۴۰] سال کی محنت اور جانفشانی سے کامیابی کے شاندار مراحل تک پہنچا دیا ہے اور آپ دُنیا کی چھیالیس[۴۶] زبانوں لُغات حل کر کے ثابت کر چکے ہیں کہ اُن کے بنیادی الفاظ کا حقیقی سرچشمہ منطقی اور یقینی طور پر عَرَبیؐ زبان ہے۔ آپ کی یہ علمی ریسرچ متعدد کتب کی صورت میں پاکستان، یورپ، امریکہ اور افریقہ میں بھی شائع ہو کر منظرِ عام پر آچکی ہے۔

آپ کی کتاب "ARABIC THE SOURCE OF ALL LANGUAGES" پر پاکستان ٹائمز لاہور کے فاضل تبصرہ نگار نے مفصّل تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ کتاب کا ہر صفحہ حیرت انگیز ہے اور جو بات بظاہر ناممکن نظر آتی تھی وہ اِس کے ذریعے سے ایک حسابی صداقت کی طرح ثابت ہو چکی ہے اور یہ کتاب دُنیا کے لئے ایک چیلنج ہے۔

آپ کی دوسری کتاب "ENGLISH TRACED TO ARABIC" کی نسبت ڈاکٹر وحید قریشی صاحب نے رسالہ "صحیفہ" اپریل ۱۹۷۰ء میں یہ رائے دی کہ :-

"مصنف نے لسانیات کے شعبے میں ایک ایسا صحیح اور محکم نظریہ پیش کیا ہے جس سے السنۂ عالم کے اوّلین مآخذ کے متعلق اختلافات ختم ہو جانے چاہئیں"

(بحوالہ الفضل ۱۷ اگست ۱۹۷۲ء)

حضرات! حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کو دین کی خدمت اور اعلائے کلمۃ اللہ کی غرض سے علوم جدیدہ حاصل کرنے کی صرف ہدایت ہی نہیں فرمائی بلکہ جیسا کہ آپ نے کل کے تاریخی انقلابی اجلاس میں سیّدنا و امامنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالےٰ کی زبانِ مبارک سے بھی سُنا حضرت مسیح موعودؑ نے مارچ ۱۹۰۶ء میں یہ حیرت انگیز پیشگوئی بھی فرمائی کہ :-

"میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچّائی کے نور اور

اپنے دلائل اور نشانوں کے رُو سے سب کا مُنہ
بند کر دیں گے۔" (تجلیاتِ الٰہیہ صـ۲۱)

"کمالِ علم و معرفت" کا یہ پہلا الٰہی تمغہ اسلام و احمدیت کے
قابلِ فخر فرزند اور مشہورِ عالَم احمدی اور پاکستانی سائنسدان
پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے لئے مقدر تھا جنہیں
خدا کے فضل نے اپنے پاک رسول حضرت رسولِ عربی صلی اللہ
علیہ وسلم اور مسیح محمدی کے فیضان کے طفیل حال ہی میں دنیا کے
سائنس کے اعلیٰ ترین عالمی اعزاز "نوبل پرائز" سے نوازا ہے۔
جناب ڈاکٹر صاحب نے اپنی خداداد بصیرت و ذہانت سے
علمِ طبیعات کی ایک ایسی پیچیدہ اور پُراسرار گتھی کو سلجھانے
میں نمایاں کامیابی حاصل کی ہے جس کو "بیسویں صدی کے
نیوٹن"، "نظریہٴ اضافیت" کے مُوجد اور طبعیات کے ماہر
اور نامور جرمن سائنسدان آئن سٹائن البرٹ (EINSTEIN,
ALBERT 1889-1955) اپنی تیس۳۰ سالہ کوششوں کے باوجود
حل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے تھے بیسویں صدی کے اس
عظیم ترین سائنسی کارنامہ پر جو ڈاکٹر عبدالسلام صاحب
سائنسدان نے انجام دیا ہے پوری دُنیائے اسلام میں

خوشی اور مسرّت کی زبردست لہر دوڑ گئی ہے۔ پاکستان کے مقتدر مسلم پریس نے آپ کو زبردست خراجِ تحسین ادا کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کی سائنسی تحقیقات نے توحیدِ ذاتِ باری تعالیٰ کی اسلامی صداقت (یعنی لَآ اِلٰـہَ اِلّا اللّٰہ) کی تصدیق کر دی ہے۔ (مشرق ۱۷ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

اخبار "صداقت" لاہور نے اپنی ۱۸ اکتوبر ۱۹۷۹ء کی اشاعت میں صلا پر "قابلِ فخر اعزاز" کے عنوان سے لکھا:۔

"سائنس کی ترقی میں مسلمانوں کا حصّہ علم و تہذیب کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے مگر عالمِ اسلام کو زوال آنے کے بعد مغربی ممالک سائنس میں اجارہ دار بن گئے اور یہ تأثر عام ہو گیا کہ مسلمان اس میدان میں ہمیشہ کے لئے پیچھے رہ گئے ہیں۔ ڈاکٹر عبدالسلام نے طبعیات کے میدان میں تحقیقی کارنامہ انجام دے کر یہ تأثر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا ہے کہ مسلمان سائنس کے میدان میں نمایاں کارنامے انجام نہیں دے سکتے۔ ہم ڈاکٹر عبدالسلام کو یہ شاندار اور قابلِ فخر

اعزاز حاصل کرنے پر مبارک باد پیش کرتے ہیں؟
عالمِ اسلام کی بہت سی ممتاز اور سربرآوردہ شخصیتوں اور مسلم لیڈروں کی طرف سے موصوف کو متعدد پیغامات موصول ہو چکے ہیں جن میں آپ کو شاندار الفاظ میں مبارک باد دی گئی ہے۔ صدرِ پاکستان عزت مآب جنرل محمد ضیاء الحق نے نہ صرف تار دیا کہ :-

" آپ نے یقینی طور پر پاکستان کی عظمتوں کو
چار چاند لگا دیئے ہیں"
("پاکستان ٹائمز" ۱۶ اکتوبر ۱۹۷۹ء)

بلکہ آپ کو حال ہی میں قائدِ اعظم یونیورسٹی کی طرف سے ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری پیش کی گئی ہے اور حکومت کی طرف نشانِ امتیاز دیا ہے جو سول کا سب سے بڑا ملکی اعزاز ہے۔
اسلامی بینکاری کی تحریک کے سربراہ شہزادہ محمد ابن فیصل السعود نے کہا ہے کہ :-

" آپ کو ملنے والا اعزاز مسلمانانِ عالم
کے لئے خوشی اور افتخار کا باعث ہے"

لیبیا میں ٹریپولی کی الفتح یونیورسٹی کے راہنما ابراہیم

المنتصر نے یہ تہنیتی پیغام دیا ہے کہ :-

"بحیثیت ایک مسلمان بھائی کے ہم اِس اعزاز میں اپنے آپ کو شریک سمجھتے ہیں جو نہ صرف اپنے لئے بلکہ ساری دُنیا کے مسلمانوں کے لئے حاصِل کیا ہے"

(اخبار "جنگ" کراچی ۳ر نومبر ۱۹۷۹ء)

اسی طرح لیبیا کے وزیرِ تعلیم ڈاکٹر شمیل اور لیبیا کی اٹامک انرجی کے ڈاکٹر جُمعہ نے اپنے پیغامات میں کہا :-

"آپ کا یہ اعزاز ساری اسلامی دُنیا کے لئے باعثِ عزّت و افتخار ہے"

لنڈن اسلامک کلچرل سینٹر کے ڈائریکٹر ذکی بیضاوی نے فرمایا :-

"پروفیسر سلاّم نے نوبیل انعام حاصِل کر کے دُنیا کے مسلمان سائنسدانوں اور نوبل انعام کے درمیان حائل دیوار

کو گرا دیا ہے۔" (روزنامہ "ڈان" (DAWN) کراچی
مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۷۹ء)

"ایک پاکستانی کو نوبل انعام ملنے کے بعد عالم اسلام پر بین الاقوامی انعامات کے دروازے کھل گئے ہیں۔"

(روزنامہ "نوائے وقت" لاہور ۳ دسمبر ۱۹۷۹ء ص۱۱)

ہے نازِ پاکستان و فخرِ عالمِ اسلام آج
دے رہا ہے اب تو جس کو ذرّہ ذرّہ جوہری باج
یعنی وہ پہلا مسلماں ڈاکٹر عبدالسّلام
زیبِ سر نوبل پرائز کا ہوا ہے جس کے تاج
(قیس مینائی نجیب آبادی، کراچی)

چودہ صدیوں میں دنیائے اسلام نے جو مشہور عالم سائنسدان پیدا کئے اُن میں پانچ کو خاص طور پر عظمت دوام نصیب ہوئی۔ حضرت محمد ابن زکریا رازی، حضرت شیخ بُوعلی سینا، حضرت ابو ریحان البیرونی، حضرت عمر خیام نیشاپوری، حضرت علامہ ابنِ رُشد رحمہم اللہ تعالیٰ۔ اور یہ حیرت انگیز بات

ہے کہ ان پانچوں میں سے کوئی بھی تکفیر سے نہیں بچا۔
("حکمائے اسلام" حصہ اوّل و دوم از مولانا عبدالسلام صاحب ندوی۔
شعر العجم جلد ا از علامہ شبلی نعمانی) ڈاکٹر عبدالسّلام صاحب عالمی
شہرت رکھنے والے چھٹے مسلم سائنسدان ہیں جن کو ان کی
زرّیں خدمات کے "صلہ" میں اس مبارک نعمت سے بھی
سرفراز فرمایا گیا ہے۔ (اخبار "جنگ" کراچی ۲۳ نومبر ۱۹۷۹ء)

ے یہ رُتبۂ بلند ملا، جس کو مل گیا
ہر مدّعی کے واسطے دار و رسن کہاں؟

آئینی و قانونی خدمات

معزز حضرات! جماعت احمدیہ کی آئینی و قانونی
خدمات ملّی کا دامن بھی بہت وسیع ہے۔ ان خدمات
کی عظمتوں اور رفعتوں کا اندازہ ۱۹۲۷ء کے صرف ایک واقعہ
سے بآسانی لگ سکتا ہے۔ شاتم رسولؐ راجپال کو اس کی
رسوائے عالم کتاب "رنگیلا رسول" پر زیر دفعہ ۱۵۲۔ الف
تعزیرات ہند چھ ماہ قید بامشقت اور ایک ہزار روپیہ
جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کی سزا ہوئی۔ راجپال نے پنجاب

ہائیکورٹ میں اپیل دائر کی۔ جج نے فیصلہ دیا کہ "میں یہ نہیں سمجھتا
کہ یہ مقدّمہ دفعہ ۱۵۳۔ الف کی زد میں آتا ہے اِس لئے ...
میں مرافعہ گزار کو بری کرتا ہوں۔"
اِس فیصلہ کے خلاف اخبار "مُسلم آؤٹ لک"
(MUSLIM OUT LOOK) لاہور کے احمدی ایڈیٹر سیّد
دلاور شاہ صاحب بخاری نے "مستعفی ہو جاؤ" کے عنوان
سے ایک اداریہ لکھا جس پر پنجاب ہائی کورٹ کی طرف سے
ایڈیٹر اور اس کے مالک وطابع کے نام توہینِ عدالت کے
جُرم میں ہائیکورٹ کی طرف سے نوٹس پہنچ گیا۔
اخبار "دَورِ جدید" لاہور ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۳ء لکھتا ہے
کہ :-

"مُسلم آؤٹ لُک کے اِس کیس کے سلسلہ میں جو
درحقیقت راجپال کے مقدمہ تحقیرِ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کا ایک شاخسانہ تھا، شفیع مرحوم و مغفور
کی کوٹھی پر پنجاب کے بہترین وکلاء اِس غرض
کے لئے جمع ہوئے تھے کہ اِس مقدمہ کو ہائیکورٹ
میں ججوں کے سامنے کون پیش کرے، تو اُن چوٹی

کے آٹھ دس وُکلاء نے (جو سب کے سب لیڈر اور قومی رہنما اور سردار سمجھے جاتے ہیں) متفقہ طور پر فیصلہ کیا تھا کہ اِس کام کو چوہدری ظفر اللہ خان کے علاوہ اَور کوئی شخص کامیابی کے ساتھ انجام نہیں دے سکتا۔ ..... چودھری صاحب نے ہائیکورٹ میں یہ کیس بڑی خوبی کے ساتھ پیش کیا اور اپنی سحر بیان تقریر کے آخری فقروں فرمایا کہ " حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم جن کے احکام کے سامنے دُنیا کی چالیس کروڑ آبادی کی گردنیں جُھکی ہوئی ہیں، جن کی غلامی پر دُنیا کے جلیل القدر شہنشاہ، عظیم الشان وُزراء، مشہورِ عالَم جرنیل اور کُرسیِٔ عدالت پر رونق افروز ہونے والے

جج (جن کی قابلیّت پر زمانہ کو ناز ہے) فخر
کرتے ہیں۔ ایسے انسانِ کاملؐ کے متعلق اچھال
کی ذلیل تحریر کو کسی جج کا یہ قرار دینا کہ اس
سے نبی کریمؐ کی کوئی ہتک نہیں ہوئی تو پھر
"مسلم آؤٹ لک" کے مضمون سے بھی یہ
فیصلہ قرار دینے والے کہ اس سے کسی
کی کوئی تحقیر نہیں ہوئی صائب الرّائے
ٹھہرتے ہیں"۔ اِس موقعہ پر مولانا ظفر علی
خان صاحب جو اُس وقت موجود تھے
فرطِ جوش میں آبدیدہ ہوگئے اور اُن
سے رہا نہ گیا۔ وہ صفوں کو چیرتے ہوئے
آگے بڑھے اور چودھری صاحب کا ہاتھ

چُوم کر اُن کو گلے سے لگا لیا۔"

ناموسِ مصطفےٰؐ کے تحفّظ کی یہ ایک زبردست آئینی جنگ تھی جس میں مسلمانانِ ہند حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں بالآخر فتحیاب ہوئے اور حکومت نے ایک نئی دفعہ کا اضافہ منظور کرلیا جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے پیشوایانِ مذاہب کی عزّت کے تحفّظ کا قانون پہلے سے بھی زیادہ معیّن صورت اختیار کرگیا۔ چنانچہ اخبار "انقلاب" لاہور نے احمدیوں کی قابلِ قدر خدماتِ اسلامی" کے عنوان پر لکھا:-

"ہم اس فرقہ کی بعض قابلِ قدر خدماتِ اسلامی کا تہِ دل سے اعتراف کرتے ہیں۔ امام جماعت احمدیہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے مقدمہ راجپال کے فیصلہ کے متعلق نہ صرف ہندوستان میں ہی مسلمانوں کی ہم آہنگی اختیار کی بلکہ مسجد لنڈن کے امام مولوی عبدالرحیم درد کو اس قسم کی ہدایات بھی بھیج دیں کہ جہاں تک ہوسکے اس سلسلہ میں مسلمانوں کی شکایات کو

پارلیمنٹ تک پہنچادو۔" (۱۳ راگست ۱۹۲۷ء)
اور اخبار "مشرق" گورکھپور (۲۳ رستمبر ۱۹۲۷ء) نے یہ نوٹ دیا کہ:۔

"جناب امام جماعتِ احمدیہ کے احسانات
تمام مسلمانوں پر ہیں۔ آپ ہی کی تحریک سے
"ورتمان" پر مقدمہ چلایا گیا۔ آپ ہی کی جماعت
نے "رنگیلا رسول" کے معاملہ کو آگے بڑھایا۔
سرفروشی کی اور جیلخانے جانے سے خوف
نہیں کھایا۔ آپ ہی کے پمفلٹ نے جناب گورنر
صاحب بہادر کو انصاف وعدل کی طرف
مائل کیا۔ آپ کا پمفلٹ ضبط کر لیا مگر اُس کے اثرات
زائل نہیں ہونے دیا اور لکھ دیا کہ اس پوسٹر کی
ضبطی محض اس لئے ہے کہ اشتعال نہ بڑھے اور
اس کا تدارک نہایت ہی عادلانہ فیصلے سے

کر دیا اور اس وقت ہندوستان میں جتنے فرقے
مسلمانوں میں ہیں سب کسی نہ کسی وجہ سے انگریزوں
یا ہندوؤں یا دوسری قوموں سے مرعوب ہو رہے
ہیں صرف ایک احمدی جماعت ہے جو قرونِ
اُولیٰ کے مسلمانوں کی طرح کسی فرد یا جمعیّت سے
مرعُوب نہیں ہے اور خاص اسلامی کام سرانجام
دے رہی ہے ۔"

یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ عہدِ حاضر میں ملّتِ اسلامیّہ کی
قانونی اور آئینی خدمات بجالانے کا جو عالمی فخر و امتیاز
احمدیّت کے بطلِ جلیل حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان
صاحب کو حاصل ہوا وہ رہتی دُنیا تک یادگار رہے گا۔
موجودہ دَور کی مُسلم دُنیا کی کوئی تاریخ مکمّل نہیں قرار دی جاسکتی
جب تک کہ اس میں آپ کے ناقابلِ فراموش کارناموں
کا ذکر نہ کیا جائے ۔ کشمیر، فلسطین، پاکستان، مصر، شام،
ایران، مراکش، تیونس، لیبیا، لبنان، شرقِ اُردن، الغرض

عرب و عجم کے مُسلم ممالک کے مسائل کی یُو۔ این۔ او میں ترجمانی کا حق آپ نے اِس شان کے ساتھ ادا کیا کہ اُردن، شام، صومالیہ اور مراکش نے آپ کی شاندار اور مجاہدانہ خدمات کے اعتراف میں اپنے سب سے اعلیٰ نشان آپ کی خدمت میں پیش کیے اور پوُری دُنیا کی اسلامی صحافت میں آپ کے کارہائے نمایاں کی دُھوم مچ گئی۔ رسالہ "طلوعِ اسلام" (مارچ ۱۹۴۸ء) نے حضرت چوہدری صاحب کی اقوامِ عالم میں مسئلۂ کشمیر کی کامیاب وکالت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا :-

"حُسنِ اتفاق سے پاکستان کو ایک ایسا قابل وکیل مل گیا جس نے اس کے حق و صداقت پر مبنی دعوے کو اِس انداز سے پیش کیا کہ اس کے دلائل و براہین، عصائے موسوی بن کر، رسّیوں کے اُن تمام سانپوں کو نگل گئے اور ایک دنیا نے دیکھ لیا کہ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (باطل بنا ہی اس لئے ہوتا ہے کہ حق کے مقابلہ میں میدان چھوڑ کر بھاگ جائے۔" (صہ۴)

السیّد امین الحسینی مفتی اعظم فلسطین نے آپ کے نام

مکتوب میں تحریر فرمایا کہ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم آپ کی بیش بہا اسلامی خدمات کے لئے تہِ دل سے ممنون ہیں۔ (ہفت روزہ "لاہور" ۱۹راگست ۱۹۷۹ء)

شاہ فیصل نے ۵رمئی ۱۹۴۸ء کو سعودی مملکت کے وزیرِ خارجہ کی حیثیت سے چوہدری صاحب کو مکتوب لکھا کہ جب سے مسئلۂ فلسطین اقوامِ متحدہ میں پیش ہوا ہے آپ نے جس تندہی اور خلوص سے اعلیٰ تعاون اور عالی ظرفی کا مظاہرہ فرمایا ہیں اُس کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔۔۔۔۔ آپ کی اعلیٰ اقدار نے نہ صرف عربوں کے دلوں میں بلکہ اقصائے عالم کے تمام راستباز لوگوں کے دلوں میں خواہش پیدا کر دی ہے کہ وہ آپ کی مساعئ جمیلہ کی دل سے قدر کریں۔

(ہفت روزہ "لاہور" ۱۹راگست ۱۹۷۹ء)

السیّد عاصم الگیلانی سجادہ نشین درگاہ غوثِ اعظم السیّد عبد القادر الگیلانی نے ۵رجولائی ۱۹۴۸ء کو حضرت چودھری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے نام مکتوب لکھا کہ:۔

"۔۔۔۔۔ آج مجھے یہ موقع بھی ملا کہ میں اپنے اور خاندانِ غوث الاعظم قدس سرہا کی طرف سے

آپ کے اُس جہادِ عظیم کا تہِ دل سے شکریہ ادا کروں
جو محض اسلامی جذبے کے ماتحت —— مجلس
اُمَمِ متحدہ کے سامنے ارضِ مقدس فلسطین
کی حمایت میں آپ سے ظہور پذیر ہوا "

(بحوالہ "لاہور" ۱۴ راگست ۱۹۷۶ء صلا)

سعودی عرب کے وفد کے سینئر رُکن فلسطینی عرب مسٹر
غونی دیجانی نے لکھا:۔

" —— آپ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی نعمت بن کر
آئے ہیں۔ جناب عالی! میرے پاس الفاظ نہیں
کہ میں آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کرنے
کے لئے دِلی جذبات کا اظہار کرسکوں "

مصر کے ممتاز سیاسی لیڈر السید مصطفیٰ مومن نے
ایسوسی ایٹڈ پریس آف پاکستان کو انٹرویو دیتے ہوئے
(جو پاکستان کے مختلف اخبارات میں ۲۴-۲۵ مئی ۱۹۵۱ء
کو شائع ہوا) کہا:۔

" —— چودھری محمد ظفر اللہ خان عالمِ اسلام
میں ایک قابلِ رشک مقام رکھتے ہیں۔ انہیں

مشرقِ وسطیٰ میں (بالخصوص مصر اور دوسرے ممالک میں) بجا طور پر ایک عظیم ترین سیاستدان تسلیم کیا جاتا ہے۔ انہوں نے اقوام متحدہ میں تیونس، مراکش، ایران اور مصر کی پُرزور حمایت کر کے اسلام کی ایسی خدمت کی ہے جو دوسرا کوئی لیڈر نہیں کر سکا۔"

(بحوالہ "لاہور" ۱۱ر اکتوبر ۱۹۷۶ء صـ۴)

مصری سینیٹر "جلال حسینی" نے ۲۴ر جون ۱۹۵۲ء کے برقیہ میں کہا:۔

"— میں آپ کو مسلم ممالک کی خدمت کے لئے انتھک کوششوں کے سلسلہ میں دلی قدردانی کا یقین دلاتا ہوں۔ عرب عوام کو آپ کے اسلام کے لئے جہاد کا کما حقّہٗ علم ہے۔"

(بحوالہ "لاہور" ۱۸ر اکتوبر ۱۹۷۶ء صـ۴)

۲۰ر جون ۱۹۵۰ء کو لیبیا کے تین رُکنی وفد نے چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کی خدماتِ جلیلہ کے لئے پاکستان کا ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا :۔

"— پاکستان کے وزیرِ خارجہ نے لیبیا کے جذبات اور اُمنگوں کو اقوامِ متّحدہ میں بے مثال طور پر پیش کیا ہے۔ یہ اُنہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج لیبیا آزادی کے دروازے پر کھڑا ہے (لیبیا یکم جنوری ۱۹۵۲ء کو آزاد ہو گیا)۔ لیبیا پاکستان اور اُس کے لائقِ صد احترام وزیرِ خارجہ کی خدمات کو کبھی فراموش نہیں کر سکتا اور اِس کے لئے ہمیشہ پاکستان کا ممنونِ احسان رہے گا۔" (بحوالہ "لاہور" ۶ ستمبر ۱۹۷۶ء صٓ)

عرب لیگ کے سیکرٹری جنرل عبدالرحمٰن عزام پاشا نے ایک بیان میں فرمایا:۔

"ظفراللہ خان اپنے قول اور اپنے کردار کی رُو سے مسلمان ہیں۔ رُوئے زمین کے تمام حصّوں میں اسلام کی مدافعت کرنے میں آپ کامیاب رہے اور اسلام کی مدافعت میں جو موقف بھی اختیار کیا گیا اُس کی کامیاب حمایت ہمیشہ آپ کا طُرّۂ امتیاز رہا۔ اِسی لئے آپ کی عزّت عوام کے

دِلوں میں گھر کر گئی اور مسلمانانِ عالَم کے قلوب آپ کے لئے احسان مندی کے جذبات سے لبریز ہو گئے۔" (بحوالہ اصحاب احمدؐ جلد ۱۱ صـ۲۱۳)

دِمشق کے مشہور جریدہ "الایّام" نے ۲۴ر فروری ۱۹۵۲ء کی اشاعت میں لکھا:۔

"ظفر اللہ خان وہ شخصیت ہیں جنہوں نے عرب ممالک کی ترجمانی کرنے میں اپنا انتہائی زور صرف کر دیا۔ آپ کا کام عربوں کی تاریخ میں ہمیشہ ہمیش کے لئے آبِ زر سے لکھا جاتا رہے گا۔"

سابق وزیرِ اعظم پاکستان چودھری محمد علی صاحب نے کتاب "ظہورِ پاکستان" صـ۴۴۵ میں تحریر فرمایا:۔

"عالَمِ اسلام کی آزادی، استحکام، خوشحالی اور اتّحاد کے لئے کوشاں رہنا پاکستان کی خارجہ پالیسی کا ایک مستقل مقصد ہے۔ حکومتِ پاکستان کا ایک اوّلین اقدام یہ تھا کہ مشرقِ وسطیٰ کے ملکوں میں ایک خیر سگالی وفد بھیجا گیا۔ پاکستان نے فلسطین میں عربوں کے حقوق کو اپنا مسئلہ سمجھا اور

اقوامِ متحدہ میں پاکستان کے وزیرِ خارجہ ظفر اللہ خان
اس کے فصیح ترین ترجمان تھے۔ علاوہ ازیں انڈونیشیا،
ملایا، سوڈان، لبیا، طونس، مراکش، نائیجیریا
اور الجزائر کی آزادی کی مکمل حمایت کی گئی۔"

بین الاقوامی سیاسی خدمات

معزز حضرات! اپنی تقریر کے اختتامی حصہ میں
مجھے مسلمانانِ عالم کی اس خادم اور خالص دینی و تبلیغی جماعت
کی بین الاقوامی سیاسی خدمات کا اجمالی تذکرہ کرنا
ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ جماعت احمدیہ نے خدا کے فضل و
کرم سے حجازِ مقدس، مصر، شام، فلسطین، عراق، ایران،
ترکی، افغانستان، انڈونیشیا اور برِ صغیر پاک و ہند کے
پیش آمدہ مسائل میں صحیح راہنمائی کر کے اظہارِ ہمدردی کرنے
اور اُن کی تحریکاتِ اسلامی کی تائید کرنے میں شاندار کردار
ادا کیا ہے۔

اسلامی سیاسیاتِ حاضرہ میں مسئلہ فلسطین اور تحریک

پاکستان کو روز بروز جو غیر معمولی اہمیت حاصل ہو رہی ہے اُس کے پیشِ نظر میں اِس موقعہ پر اُنہی کے ذکر پر اکتفا کروں گا۔ یہ گویا جماعتِ احمدیہ کی اسلامی خدمات کے تلاطم خیز سمندر کے دو قطرے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ کی قیادت میں احمدیہ پریس، سلسلۂ احمدیہ کے مبلغینِ بلادِ عربیہ و غربیہ اور پوری جماعت کی تمام تر ہمدردیاں شروع ہی سے فلسطینی مسلمانوں کے ساتھ رہی ہیں اور یہودیوں کی ناپاک سازشوں کو بے نقاب کرنے اور عرب مطالبات اور مفادات کی ترجمانی کا کوئی موقعہ اُنہوں نے فروگزاشت نہیں کیا۔

۱۴ستمبر ۱۹۲۹ء کو قادیان میں مسلمانانِ فلسطین پر یہودی یورش کے خلاف زبردست احتجاج کیا گیا۔

فروری ۱۹۳۹ء میں جب قضیۂ فلسطین کے سلسلہ میں عرب ممالک کی لندن کانفرنس منعقد ہوئی تو سعودی عرب کے شہزادہ امیر فیصل اور عرب ملکوں کے دیگر نمائندوں کا مسجد احمدیہ لنڈن میں ایک تاریخی اجتماع ہوا۔
اِس تقریب پر حضرت مصلح موعودؓ نے مولانا جلال الدین صاحب

شمسؔ کے نام یہ برقی پیغام ارسال فرمایا کہ :۔

”میری طرف سے ہز رائل ہائی نس امیر فیصل اور فلسطین کانفرنس کے (دوسرے) مندوبین کو خوش آمدید کہیں اور اُن کو بتادیں کہ جماعت احمدیہ کامل طور پر اُن کے ساتھ ہے اور دُعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو کامیابی عطا کرے اور تمام عرب ممالک کو کامیابی کی راہ پر چلائے اور اُن کو اسلامی دُنیا کی وہ لیڈر شپ عطا کرے جو اُن کو اسلام کی پہلی صدیوں میں حاصل تھی۔“

(”الفضل“ ۱۶ مارچ ۱۹۳۹ء صہ)

۱۶ مئی ۱۹۴۸ء کو اسلام دشمن استعماری طاقتوں کی پُشت پناہی میں دُنیائے اسلام کے سینہ میں صیہونی حکومت کا زہر آلود خنجر پیوست کر دیا گیا۔ حضرت مصلح موعودؓ نے اس کربناک المیہ پر ”اَلْکُفْرُ مِلَّةٌ وَّاحِدَةٌ“ کے نام سے ایک حقیقت افروز مضمون سپردِ قلم فرمایا جس میں دُنیا بھر کے مسلمانوں کو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے فوراً ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونے کی ولولہ انگیز تحریک فرمائی اور

صیہونیت کے درپردہ عزائم کو بے نقاب کر کے اس کے مقابلہ کے لئے ایک عالمگیر دفاعی منصوبہ بھی پیش فرمایا۔ حضور نے فرمایا:۔

"سوال فلسطین کا نہیں سوال مدینہ کا ہے
سوال یروشلم کا نہیں سوال خود مکہ مکرمہ کا ہے
سوال زید اور بکر کا نہیں سوال محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عزت کا ہے۔
دشمن باوجود اپنی مخالفتوں کے اسلام کے
مقابل پر اکٹھا ہو گیا ہے کیا مسلمان باوجود
ہزاروں اتحاد کی وجوہات کے اس موقع پر
اکٹھا نہیں ہو گا؟" ("الفضل" ۲۱ مئی ۱۹۴۸ء)

اس انقلاب انگیز مضمون نے شام، لبنان، اردن اور دوسرے ممالک میں زبردست تہلکہ مچا دیا۔ شام ریڈیو نے

اِس کا خلاصہ نشر کیا اور رچوٹی کے عرب اخبارات نے اِس کے اقتباسات شائع کئے اور آپ کے پیش فرمودہ نظامِ عمل کو نہایت درجہ مستحسن قرار دیا اور تسلیم کیا کہ مسئلۂ فلسطین کے حق میں یہ نہایت کارگر پراپیگنڈا اور مؤثر آواز ہے۔ استعماری طاقتوں کو بھلا مسلمانوں کے اتحاد کی یہ مؤثر ترین تحریک کب گوارا ہو سکتی تھی اُنہوں نے خود مسلمانوں ہی کے ایک طبقہ کو آلۂ کار بنا کر جماعتِ احمدیّہ کے خلاف پراپیگنڈا کرنے کی مہم شروع کرا دی۔ اِس گہری سازش کا سنسنی خیز انکشاف بغداد کے مقتدر جریدہ "اَلْاَنْبَاءُ" کے ایک فاضل نامہ نگار الاُستاذ عَلِیّ الخیّاط آفندی نے کیا جو اُن کے قلم سے اخبار "اَلْاَنْبَاءُ" کے ۲۱ ستمبر ۱۹۵۴ء کے شمارہ میں منظرِ عام پر آچکا ہے۔

سامعینِ کرام! جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے بابرکت عہدِ خلافت کے پہلے سالانہ جلسہ پر فرمایا تھا:-

"حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے الہامات کی رُو سے پاکستان وہ قلعۂ ہند ہے جس میں

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلّی اللہ علیہ وسلّم

پناہ گزیں ہوئے ہیں " ("الفضل" ۱۸ جنوری ۱۹۴۶ء
نیز الہام مذکور کے لئے دیکھیں "تذکرہ" صفحہ ۲۸۵ طبع سوم)

اِس قلعۂ اسلام کی بُنیاد، اس کی تعمیر، اس کے استحکام اور اس کے دفاع کے ہر مرحلہ پر احمدیوں نے اپنی طاقت و بساط سے بڑھ کر اپنے وقت، اپنے مال، اپنی عزّت و آبرو اور اپنی جانوں کی قربانیاں پیش کی ہیں۔ اور اِس صداقت میں ذرّہ برابر شُبہ نہیں کیا جا سکتا کہ چمنستانِ پاکستان کو احمدی جوانوں اور احمدی خواتین نے اپنے مقدّس خون سے سینچا اور سیراب کیا ہے۔ چنانچہ مؤرّخِ پاکستان مولانا رئیس احمد جعفری نے اپنی کتاب "قائدِ اعظم اور اُن کا عہد" میں ایک احمدی شہید ڈاکٹر ہارونِ الرشید اور اُن کی بیوی کا دردناک واقعہ لکھا ہے جس کا تصوّر کرکے آج بھی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کا دریا رواں ہو جاتا ہے۔ یہ واقعہ نومبر ۱۹۴۶ء میں گڑھ مکتیشر کے میلہ میں پیش آیا جب کہ لاکھوں کا ہجوم تحریکِ پاکستان کے حامی چند سو

مسلمانوں پر وحشی درندوں کی طرح ٹوٹ پڑا۔ مولانا رئیس جعفری لکھتے ہیں :۔

"ڈاکٹر ہارون الرشید جو محکمۂ صحت کے انچارج تھے بے دردی سے قتل کر دیئے گئے۔ اُن کی اہلیہ محترمہ کے کپڑے اُتار دیئے گئے اور مجمع میں سے کسی ایک شخص کو بہ حیثیتِ شوہر منتخب کر لینے کا حکم دیا گیا۔ اُنھوں نے انکار کیا تو اُنہیں مارتے مارتے اَدھ مؤا کر دیا گیا۔ یہ واقعہ دریا کے کنارے پیش آیا تھا اُن کی سمجھ میں کچھ اَور تو نہ آیا وہ دریا میں کُود پڑیں اور نیم بے ہوش حالت میں بہت دُور جا کر نکلیں۔ ایک آدمی نے اُنہیں دیکھ لیا۔ وہ اُن کی بہتی ہوئی لاش کو گھسیٹتا ہُوا کنارے لایا۔ کچھ رمق زندگی کی باقی تھی علاج معالجہ سے اچھی ہو گئیں۔ اب اپنے وطن لاہور میں ہیں۔

گڈھ مکتیشر کے شہیدوں کی بے گور و کفن لاشیں کئی دن تک شارع عام پر پڑی سڑتی

رہیں۔ کوئی اُن کی نماز پڑھنے والا نہیں
دفن کرنے والا بھی نہ تھا، آہ!

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

(صفحہ ۷۵۴۔۷۵۵)

میرے بزرگو اور بھائیو! تحریکِ پاکستان روزِ اوّل سے اب تک جن مراحل میں سے گزری ہے اُن میں سے بعض خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ مثلاً دو قومی نظریہ کی ترویج و اشاعت، سنگھٹن اور شُدھی کے خلاف جہاد، جلسہ ہائے سیرت النبیؐ، مسلمانانِ ہند کی اقتصادی و معاشی ترقی و بہبود کے لئے مساعی، مسلم لیگ کے قومی پلیٹ فارم کی مضبوطی، جُداگانہ نیابت کا مطالبہ، نہرو رپورٹ کے خلاف جدّوجُہد، راؤنڈ ٹیبل کانفرنس میں مسلم اقلیّت کے حقوق کی مؤثر ترجمانی، تحریک آزادیٔ کشمیر ۱۹۳۱ء، شفیع لیگ اور جناح لیگ کا اتحاد، قائداعظم کی خدمت میں لنڈن سے واپسی کی تحریک، ۱۹۴۵-۴۶ء کے مرکزی اور صوبائی انتخابات میں مسلم لیگ کی

زبردست حمایت، عبوری حکومت میں مسلم لیگ کی شمولیت، خضر وزارت کے استعفا کی کامیاب کوشش، باؤنڈری کمیشن میں مسلم حقوق کی حفاظت اور وکالت، مشرقی پنجاب کے مسلمانوں کی خدمت، آزاد کشمیر حکومت کا قیام، جنگِ آزادیٔ کشمیر، قدرتی آفات اور خدمتِ وطن، پاکستان کے علمی، معاشی اور دفاعی استحکام میں حصّہ۔

جماعت احمدیہ خدا تعالیٰ کے حضور اگر لاکھوں کروڑوں سجداتِ شکر بھی بجا لائے تو بہت کم ہیں کہ محض اللہ کے فضل و احسان سے برِّصغیر کی تمام مذہبی جماعتوں میں صرف اسی کمزور جماعت کو یہ سعادت بخشی گئی کہ وہ قیامِ پاکستان، استحکامِ پاکستان اور دفاعِ پاکستان کے ہر اہم مرحلہ پر بے لوث خدمات بجا لا سکے۔

اِس سلسلہ میں بطور نمونہ صرف چند اہم شہادتیں اور بعض تاریخی دستاویزات پیش ہیں :-

(۱) مولانا محمد علی صاحب جوہر نے اپنے اخبار "ہمدرد" (۲۶ ستمبر ۱۹۲۷ء) میں لکھا :-

"ناشکر گزاری ہوگی کہ جناب مرزا بشیر الدین محمود احمد

اور اُن کی اُس منظم جماعت کا ذکر ان سطور میں نہ کریں جنہوں نے اپنی تمام تر توجہات بلا اختلافِ عقیدہ تمام مسلمانوں کی بہبودی کے لئے وقف کردی ہیں۔ یہ حضرات اِس وقت اگر ایک جانب مسلمانوں کی سیاسیات میں دلچسپی لے رہے ہیں تو دوسری طرف مسلمانوں کی تنظیم، تبلیغ و تجارت میں بھی انتہائی جدّوجہد سے منہمک ہیں۔ اور وہ وقت دُور نہیں جبکہ اسلام کے اِس منظم فرقہ کا طرزِ عمل سوادِ اعظم اسلام کے لئے بالعموم اور اُن اشخاص کے لئے بالخصوص جو بسم اللہ کے گنبدوں میں بیٹھ کر خدمات اسلام کے بلند بانگ دربا طن ہیچ دعاوی کے خوگر ہیں مشعلِ راہ ثابت ہوگا۔"

(بحوالہ "تاریخِ احمدیت" جلد ۵ صفحہ ۶۱۴)

(۲) شیرِ کشمیر شیخ محمد عبداللہ صاحب نے ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں مکتوب لکھا کہ :-

"نہ میری زبان میں طاقت ہے اور نہ میرے قلم میں زور۔ اور نہ میرے پاس وہ الفاظ ہیں جن

سے کہ میں جناب کا اور جناب کے بھیجے ہوئے
کارکن مولانا درد، سیّد زین العابدین صاحب
وغیرہ کا شکریہ ادا کر سکوں۔ یقیناً اِس
عظیم الشان کام کا بدلہ جو کہ آنجناب نے ایک
بے کس اور مظلوم قوم کی بہتری کے لئے کیا ہے
صرف خدائے لایزال سے ہی مل سکتا ہے۔
میری عاجزانہ دُعا ہے کہ خداوند کریم آنجناب
کو زیادہ سے زیادہ طاقت دے تاکہ آنحضور
کا وجودِ مسعود بے کسوں کے لئے سہارا ہو۔"

(۳) قائدِ اعظم محمد علی جناح کی طرف سے اخبار "ڈان" (DAWN) ۸/ اکتوبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں ایک مفصل خبر شائع کی گئی جس کا عنوان تھا:-

"AHMADIYYA COMMUNITY TO SUPPORT MUSLIM LEAGUE"

یعنی "جماعتِ احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی"

(۴) اکتوبر ۱۹۴۶ء میں یعنی جہادِ پاکستان کے دوران میں متحدہ ہندوستان کی ایک مشہور مسلم تنظیم نے "آنکھ مچولی

پر مختصر تبصرہ" کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا جس میں جماعت احمدیہ کی خدماتِ پاکستان کا تذکرہ کرتے ہوئے واضح لفظوں میں لکھا:-

"مسٹر جناح نے کوئٹہ میں تقریر کی اور مرزا محمود کی پالیسی کو سراہا۔ اس کے بعد سنٹرل اسمبلی کے الیکشن ہوئے تو تمام مرزائیوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیئے۔"

(صفحہ ۱۸-۱۹، ناشر مجلس احرار اسلام قادیان)

⑤ اہل حدیث کے ممتاز عالم دین مولٰنا میر محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ۲۳ جنوری ۱۹۴۶ء کو لکھا:-

"احمدیوں کا اس اسلامی جھنڈے کے نیچے آجانا اس بات کی دلیل ہے کہ واقعی مسلم لیگ ہی مسلمانوں کی واحد نمائندہ جماعت ہے۔ وجہ یہ کہ احمدی لوگ کانگرس میں تو شامل نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ خالص مسلمانوں کی جماعت نہیں ہے۔

..... ہاں اس وقت مسلم لیگ ہی ایک ایسی جماعت ہے جو خالص مسلمانوں کی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے سب فرقے شامل ہیں۔ پس احمدی صاحبان بھی اپنے آپ کو ایک اسلامی فرقہ جانتے ہوئے اس میں شامل ہو گئے۔ جس طرح کہ اہلِ حدیث اور حنفی اور شیعہ وغیرہم شامل ہوئے، اور اس امر کا اقرار کہ احمدی لوگ اسلامی فرقوں میں سے ایک فرقہ ہیں مولانا ابو الکلام صاحب کو بھی ہے۔" (پیغامِ ہدایت در تائیدِ پاکستان و مسلم لیگ صفحہ ۱۱۲، ۱۱۳ مطبوعہ ثنائی پریس امرت سر)

(۶) جناب حمید نظامی صاحب نے اپنے اخبار "نوائے وقت" لاہور (مورخہ ۴، ۲ اگست ۱۹۴۸ء) میں حسب ذیل نوٹ شائع کیا:-

"جب قائدِ اعظم نے یہ چاہا کہ آپ پنجاب باؤنڈری

کمیشن کے سامنے مسلمانوں کے وکیل کی حیثیت سے
پیش ہوں تو ظفر اللہ خاں نے فوراً یہ خدمت
سرانجام دینے کی حامی بھری ..... اور اُسے
ایسی قابلیت سے سرانجام دیا کہ قائدِ اعظم ایسے
خوش ہو کر آپ کو یو۔ این۔ او میں پاکستانی
وفد کا قائد مقرر کر دیا۔ جس طرح آپ نے مِلّت
کی وکالت کا حق ادا کیا تھا اس سے آپ کا
نام پاکستان کے قابلِ احترام خادموں
میں شامل ہو چکا تھا۔ آپ نے ملک و مِلّت کی شاندار
خدمات سرانجام دیں تو قائدِ اعظم اُنہیں
حکومتِ پاکستان کے اُس عُہدے پر فائز
کرنے پر تیار ہو گئے جو باعتبارِ منصب وزیرِ اعظم
کے بعد سب سے اہم اور وقیع عُہدہ شمار ہوتا ہے۔"

(۷) ۱۹۴۸ء میں سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے جماعتِ احمدیہ

کے رضا کاروں کی ایک بٹالین کشمیر کی جنگ آزادی کے لئے تیار کی اور بلا معاوضہ اس کی خدمات تحریک آزادی کی ہائی کمان کے سپرد کر دیں۔ کمانڈر انچیف پاکستان نے احمدیوں کی اس بٹالین کی خدمات کو سراہتے ہوئے ۱۷ر جون ۱۹۵۰ء کو خصوصی پیغام دیا کہ:۔

"Your Bn was composed entirely of volunteers who came from all walks of life, young peasants, students, teachers, men in business; they were all embued with the spirit of service for Pakistan; you accepted no remuneration, and no publicity for the self sacrifice for which you all volunteered. Yours was a noble cause."

"In Kashmir you were allotted an important sector, and very soon you justified the reliance placed on you and you nobly acquitted yourself in battle against heavy enemy ground and air attacks, without losing a single inch of ground.

Your conduct both individual and collective and your discipline have been of a very high order."

ترجمہ:۔ "آپ کی بٹالین خاص رضا کار بٹالین تھی جس میں زندگی کے ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے لوگ

شامل تھے۔ ان میں کسان بھی تھے اور مزدور پیشہ بھی،
کاروباری لوگ بھی تھے اور نوجوان طلبہ و اساتذہ بھی۔
وہ سب کے سب خدمتِ پاکستان کے جذبہ میں سرشار
تھے۔ آپ نے اس قربانی کے بدلے میں جس کے لئے
آپ میں سے ہر ایک نے اپنے آپ کو بخوشی پیش کیا کسی قسم
کے معاوضہ اور شہرت و نمود کی توقع نہ کی۔"

"کشمیر میں محاذ کا ایک اہم حصّہ آپ کے سپُرد
کیا گیا اور آپ نے اُن تمام توقعات کو پُورا کر دکھایا جو
اس ضمن میں آپ سے کی گئی تھیں۔ دشمن نے ہوا پر سے
اور زمین پر سے آپ پر شدید حملے کئے لیکن آپ نے
ثابت قدمی اور اولوالعزمی سے اس کا مقابلہ
کیا اور ایک انچ زمین بھی اپنے قبضہ سے نہ جانے
دی۔ آپ کے انفرادی اور مجموعی اخلاق کا معیار
بہت بلند تھا اور تنظیم کا جذبہ بھی انتہائی قابلِ تعریف!!"

جماعتِ احمدیّہ کی یہ سب ملّی خدمات چونکہ اپنے اثر و نتائج کے
اعتبار سے ابدی رنگ رکھتی ہیں اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی
آسمانی قیادت میں انجام دی گئی ہیں اس لئے حضور رضی اللہ عنہ کے نام اور

کام پر کبھی سُورج غروب نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضورؓ نے خود یہ پیشگوئی فرمائی کہ :

"مَیں اُسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دُنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا اور گو مَیں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دُنیا میں قائم رکھے گا۔" (تقریر فرمودہ ۲۸؍ دسمبر ۱۹۶۱ء "رُوح پرور خطاب" صفحہ ۱۴ - ۱۵)

برّصغیر کے ممتاز ادیب سیّد ابُوظفر نازش صاحب رضوی نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے وصال پر اپنا یہ چشمدید واقعہ اخبار میں شائع کیا :-

"۱۹۴۰ء میں مجھے ایک سیاسی مشن پر قادیان جانا پڑا۔ اُس زمانے میں ہندو اپنی سنگھٹنی شرارتوں کا ایک خاص منصوبہ بنا رہے تھے۔ اُس موقع پر مرحوم و مغفور امام صاحب جامع مسجد دہلی اور سیّدی و مولائی خواجہ حسن نظامی صاحب اعلی اللہ مقامہ

اور دیگر چوٹی کے مُسلم اکابر نے مجھے نمائندہ بنا کر بھیجا کہ حضرت صاحبؓ سے اِس باب میں تفصیلی بات چیت کروں اور اسلام کے خلاف اِس فتنے کے تدارک کے لئے اُن کی ھدایات حاصل کروں ۔ یہ مشن بہت خفیہ تھا کیونکہ ہندوستان کے چوٹی کے مسلمان اکابر جہاں یہ سمجھتے تھے کہ ہندوؤں کے اُس ناپاک منصوبے کا مُؤثر جواب مسلمانوں کی طرف سے صرف حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ہی دے سکتے ہیں ۔ وہاں وہ عام مسلمانوں پر یہ ظاہر کرنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ وہ حضرت صاحب کو اپنا رہبر تسلیم کرتے ہیں ۔

میں اِس سلسلے میں قادیان تین دن مقیم رہا اور حضرت صاحب سے کئی تفصیلی ملاقاتیں کیں ۔ اِن ملاقاتوں میں دو باتیں مجھ پر واضح ہو گئیں ایک یہ کہ حضرت صاحب کو اسلام اور حضور سرورِ کائنات علیہ السّلام سے

جو عشق ہے اُس کی مثال اِس دَور میں ملنا محال ہے۔ دوسرے یہ کہ تحفّظِ اسلام کے لئے جو اہم نکات حضرت صاحب کو سُوجھتے ہیں وہ کسی دیگر مُسلم لیڈر کے ذہن سے مخفی رہتے ہیں۔ میرا یہ مشن بہت کامیاب رہا۔ اور مَیں نے دہلی جاکر جو رپورٹ پیش کی اُس سے مُسلم زعماء کے حوصلے بلند سے بلند تر ہو گئے۔"

نیز لکھا :۔

"افسوس! کہ وُہ وُجود جو انسانیّت کے لیئے سراپا اِحسان و مروّت تھا آج اِس دُنیا میں نہیں۔ وہ عظیم الشّان سپر آج پیوندِ زمین ہے جس نے مخالفینِ اسلام

کی ہر تلوار کا وار اپنے سینے پر برداشت کیا مگر یہ گوارا نہ کیا کہ اسلام کو گزند پہنچے۔ ..... آپ نے دُنیا کے بے شمار ممالک میں چار سَو کے قریب مساجد تعمیر کرائیں تبلیغِ اسلام کیلئے تقریباً یکصد مشن قائم کیے جو عیسائیت کی بڑھتی ہوئی رَو کے سامنے ایک آہنی دیوار بن گئے۔ مُختصر یہ کہ حضرت صاحب نے اپنی زندگی کا ایک ایک سانس اپنے مَولا کی رضا اور اسلام کی سر بلندی کے لئے

وقف کر رکھا تھا۔ خدا اُن سے
راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوئے۔"

(روزنامہ "الفضل" ربوہ مورخہ ۱۴؍ اپریل ۱۹۶۶ء صفحہ ۵)

۵ اِک وقت آئے گا کہ کہیں گے تمام لوگ
ملّت کے اِس فدائی پہ رحمت خدا کرے

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے:-

"جب سعودی، عراقی، شامی
اور لبنانی، ترک، مصری اور یمنی
سو رہے ہوتے ہیں مَیں اُن کے لئے
دُعا کر رہا ہوتا ہوں۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۵ء صفحہ ۹)

اختتام

مِلّت کا یہ بے مثال فِدائی اپنے مولیٰ سے عمر بھر رات کی خاموش تنہائیوں میں مسلمانانِ عالم کے لئے کیا مانگتا اور کیا طلب کرتا رہا ؟ مَیں اِس رازِ سربستہ کو خدا کے اسی پیارے بندے کے پیارے الفاظ سے آشکار کر کے اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

سیّدنا محمود المصلح الموعودؓ نے فرمایا :-

"ہماری اللہ تعالےٰ سے یہی دُعاء ہے کہ .... دُنیا میں ہر کہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کے پڑھنے والے نظر آئیں اور رُوس، امریکہ، برطانیہ

اور فرانس کے لوگ جو آج اسلام
پر ہنسی اُڑا رہے ہیں وہ سب کے سب
اسلام کو قبول کر لیں اور اُنہیں
اپنی ترقّی کے لئے اسلام اور مسلمانوں
کا دستِ نگر ہونا پڑے۔ ہم اِن ممالک
کے دشمن نہیں۔ ہماری دُعا ہے
کہ یہ مُلک ترقّی کریں لیکن کریں اسلام
اور مُسلمانوں کی مدد سے۔ آج تو
دِمشق اور مصر رُوس کے ہاتھوں کی
طرف دیکھ رہا ہے کہ کسی طرح اُس
سے کچھ مدد مل جائے۔ لیکن ہم چاہتے

ہیں کہ اللہ تعالےٰ دِمشق اور مصر کے
مسلمانوں کو پکّا مسلمان بنائے اور
پھر دُنیوی طاقت بھی اتنی دے کہ
دِمشق اور مصر رُوس سے مدد نہ
مانگے بلکہ رُوس، دِمشق اور مصر
کو تاریں دے کہ ہمیں سامانِ جنگ
بھیجو۔ اِسی طرح امریکہ اُن سے یہ نہ
کہے کہ ہم تمہیں مدد دیں گے ۔ بلکہ
امریکہ شام، مصر، عراق، ایران،
پاکستان اور دوسری اسلامی سلطنتوں
سے کہے کہ ہمیں اتنے ڈالر بھیجو ہمیں

ضرورت ہے ورنہ ہم تو خالص دین
کے بندے ہیں اور دُنیا سے ہمیں
کوئی غرض نہیں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی
جو چیز ہے وہی ہمیں پیاری ہے ۔
پس اللہ تعالیٰ اِسلام کے غلبہ
کی کوئی صُورت پیدا کرے اور خلافت
کی اصل غرض بھی یہی ہے کہ مُسلمان
نیک رہیں اور اِسلام کی اشاعت
میں لگے رہیں یہاں تک کہ اسلام کی
اشاعت دُنیا کے چپّہ چپّہ
پر ہو جائے اور کوئی غیر مُسلم باقی

نہ رہے۔"

(رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۵۷ء صفحہ ۱۷ تا ۱۸)

۵

بطحا کی وادیوں سے جو نکلا تھا آفتاب
بڑھتا رہے وہ نورِ نبوّت خُدا کرے
قائم ہو پھر سے حکمِ مُحَمَّدؐ جہان میں
ضائع نہ ہو تمہاری یہ محنت خُدا کرے

آمین

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ